نمبر ۱۰۷ | مورخہ ۵ جون سنہ ۱۹۳۰ء یوم چہارشنبہ | مطابق ۷ محرم سنہ ۱۳۴۹ھ | جلد ۱۷

مدینۃ المسیح

آج (۴ جون) حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نماز ظہر کے بعد دیر تک مسجد میں تشریف فرما رہے۔ اور ملک کے مختلف اطراف سے آنے والے احمدی احباب سے گفتگو فرماتے رہے اثنائے گفتگو میں فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک اور سنت پوری ہوئی۔ آپ کے متعلق بھی دشمنوں نے زندگی میں یہ خبر مشتہر کر دی تھی۔ کہ آپ فوت ہو گئے ہیں۔ آج بھی حضورؐ کی خیر و عافیت معلوم کرنے کے لئے کئی ایک مقامات سے تار آئے ؎

ملک معظم شاہ جارج کی سالگرہ کی تقریب پر ۳ جون دفاتر اور سکولوں میں تعطیل کی گئی ؎

گرلز سکول میں سال حال سے نورتھ ہائی کلاس جاری کی جا رہی ہے۔ بیرونی احباب کو بھی اس سکول سے فائدہ اٹھانا چاہیئے ؎

قصور۔ راولپنڈی۔ امرتسر۔ لاہور سے بھی احباب تشریف لائے

ٹریبیون کی بے احتیاطی کی وجہ سے

مختلف مقامات کے اصحاب کی قادیان میں آمد

اگرچہ ۲ جون کو اس نہایت ہی رنجدہ اور نقصان رساں افواہ کی ہر ممکن سے ممکن طریق سے جلد از جلد تردید کرنے کی کوشش کی گئی۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذات والا صفات کے متعلق اشرار نے "ٹریبیون" وغیرہ میں شائع کرائی لیکن کئی ایک ایسے مقامات جہاں اطلاع نہ پہنچائی جا سکی۔ یا جہاں کسی اور جگہ سے بھی صحیح حالات کا علم نہ ہو سکا۔ وہاں کے احباب فوراً قادیان کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور ۳ جون صبح کی گاڑی سے گوجرانوالہ۔ نواں شہر ضلع جالندھر۔ لائل پور۔ چوہڑکانہ۔ اوکاڑہ۔ منٹگمری وغیرہ سے کئی ایک اصحاب تشریف لے آئے۔ ملک کرم الٰہی صاحب ضلعدار نہر کے ساتھ بال بچوں کے علاوہ ان کی ضعیف العمر والدہ صاحبہ بھی آئیں ؎

ان سب اصحاب کو آتے ہی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے ملاقات کا شرف بخشا۔ اور حضورؐ کو دیکھ کر انہیں جس قدر خوشی اور مسرت ہوئی۔ اس کا اندازہ ناممکن ہے ؎

اس افواہ کی تردید میں جو "الفضل" کا غیر معمولی پرچہ نکالا گیا۔ اس میں سب پوسٹ ماسٹر صاحب قادیان کا ذکر رہ گیا ان سے بھی جب بذریعہ تار دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے اس افواہ کی فوری طور پر تردید کی۔ اور بد نصحات میں جلد سے جلد تردید پہنچانے میں پوری سرگرمی [illegible] ہم ممنون ہیں ؎

اور تاریں (آج ۴ جون) شام تک بکثرت آ رہی ہیں جو تعطیل کی وجہ سے ڈبل خرچ پر واپسی پہنچ رہی ہیں۔ گویا تار پر دگنا خرچ کر نا پڑا۔

احمدیہ گرلز سکول قادیان کا نتیجہ

امسال خدا کے فضل سے احمدیہ گرلز مڈل سکول کی آخری جماعت کا نتیجہ بہت اچھا رہا۔ گیارہ لڑکیاں امتحان میں شامل ہوئی تھیں۔ جن میں سے نو پاس ہو گئیں۔ اور ایک کمپارٹمنٹ میں ہے۔ پاس ہونے والی لڑکیوں کے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) امۃ المنان بنت ماسٹر مولا بخش صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ اول نمبر پر پاس ہوئی۔ نمبر ۴۸۱ حاصل کئے۔

(۲) الطاف بیگم بنت مفتی فضل حق صاحب نمبر ۴۴۶ - (دوم)

(۳) زینب بیگم بنت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نمبر ۴۲۵ (سوم)

(۴) رحمت النساء بنت مولوی رحمت علی صاحب مبلغ سماٹرا

(۵) زبیدہ بیگم بنت بابو عبد الحمید صاحب شملوی

(۶) حمیدہ خانم بنت منشی محمد اسماعیل صاحب۔

(۷) حمیدہ بانو بنت مولوی عبد الرحیم صاحب نیر

(۸) رشیدہ بیگم بنت نصیر الدین صاحب۔

(۹) زینب بی بی بنت مولوی غلام رسول صاحب ددکانڈا

الفضل کے متعلق ضروری اطلاعات

ہفتہ میں تین بار اخبار کا خیر مقدم

باہر سے جو خطوط وصول ہو رہے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے احباب کو الفضل کے ہفتہ میں تین بار شائع ہونے کی بہت خوشی ہوئی ہے۔ اور وہ اس تھوڑے سے اضافہ قیمت کو نہایت خوشی سے قبول فرماتے ہیں۔

(۱) مکرمی محمد یسین خان صاحب احمدی کانٹریکٹر (ڈیرہ دون) سے دس روپے کا منی آرڈر بھیجتے ہیں۔ تاکہ کسی غیر احمدی یا غیر مسلم کے نام الفضل جاری کیا جائے۔ جو غیر مستطیع اور سلسلہ سے محبت و دلچسپی رکھتا ہو۔ اور تحقیق چاہتا ہو۔ ہمیں آپ کے نوجوان بیٹے کی ناگہانی موت پر بہت ہمدردی ہے۔ جس نے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں تعلیم پا کر انٹرنیس کا امتحان دیا تھا۔ اور اب نتیجہ نکلا ہے۔ کہ پاس ہے۔ مرحوم چند گھنٹے بیمار رہ کر ۱۱۔ اپریل فوت ہو گیا۔ غفر اللہ لہ۔

(۲) ایم عبد المجید صاحب سوداگر لوہا گجرات سے لکھتے ہیں کہ الفضل میں یہ پڑھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ کہ آپ نے الفضل کو ہفتہ میں تین بار کر [illegible] رقم ہے وہ ہمراہ چندہ بیت المال [illegible]

ایڈیٹوریل سٹاف میں اضافہ

ناظرین اخبار کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ اخبار کے ایڈیٹوریل سٹاف میں مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل کا جن کے کئی ایک مضامین الفضل میں شائع ہو چکے ہیں اضافہ کیا گیا ہے۔ مولوی صاحب ایک مخلص نوجوان ہیں۔ اور اخبار کا کام کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ اگر انہوں نے اسی سرگرمی اور شوق سے کام جاری رکھا۔ جو اخباری کام کے لئے ضروری ہے۔ تو ان کی خدمات بہت مفید ثابت ہونگی احباب دعا فرمائیں۔ کہ الفضل سے ان کا تعلق ان کے لئے اور خود الفضل کے لئے مفید ثابت ہو۔

نذرِ عقیدت

زندہ باشی و شاد زی فضلِ عمر پیارے امام
مر گئے دشمن ترے اُن کا جہنم ہے مقام
فتح و نصرت چومنے آئی قدم بالالتزام
تُو نے جس میدان میں ڈالا سمندِ تیز گام
تُو نے پھونکی جسمِ عالم میں عجب رُوحِ حیات
تجھ سے زندہ ہو گیا پھر حضرتِ عیسٰی کا نام
حاسدِ بدکیش نے بے پر اڑائی تھی خبر
رُوسیاہی ہو گئی۔ ثابت اسی کی لاکلام
ہر عقیدت کیش نے اُٹھ کر دیا زندہ جواب
اے فدایت جانِ اکمل۔ والیٔ دارالسلام

"الفضل" کے وی۔پی

جن خریداران الفضل کا چندہ سالانہ ۱۵۔ مئی سے ۱۵۔ جون تک کسی تاریخ کو ختم ہوتا ہے۔ ان کے نام الفضل کا پرچہ ۱۰۔ جون وی۔پی ہوگا۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ احباب کرام وی۔پی وصول فرمالینگے۔ آج کل خرچ بہت بڑھ رہا ہے۔ ضرورت ہے۔ کہ کوئی وی۔پی الکاری واپس نہ آئے۔ الفضل کا چندہ سالانہ دس روپے ہے

اطلاع ضروری

یہ "الفضل" جس میں کانگریسیوں کے بعض اعتراضوں کا جواب اور سیاسی کام کے متعلق ہدایات ہیں۔ اور حضور وائسرائے اور حضرت امام جماعت احمدیہ کی خط و کتابت ہے۔ کچھ زیادہ چھپوایا گیا ہے جن احباب کو مطلوب ہو۔ ایک روپیہ کے بیس ۲۰ کے حساب سے جلد تر منگوا لیں۔ فی پرچہ ۱ر

مینیجر الفضل قادیان

نہایت ضروری اطلاع

تمام جماعتہائے احمدیہ کے امراء اور سکرٹری صاحبان سے گذارش کی جاتی ہے۔ کہ ایسے احمدی احباب جو آپ کے علم میں آپ کے علاقہ میں دور و نزدیک رہتے ہوں۔ مگر وہ کسی جماعت میں شامل نہ ہوں۔ ان کو یا تو اپنی جماعت میں شامل کر کے چندہ باقاعدہ لینے کا انتظام کریں۔ یا پھر اگر آپ دوری کی وجہ سے کوئی بندوبست نہ کر سکتے ہوں۔ تو دفتر بیت المال کو جلد سے جلد ایسے تمام احباب کے مفصل پتے ارسال فرمائیں۔ تاکہ مرکز سے ان کے ساتھ براہ راست وصولی کا مناسب انتظام کیا جائے دوستوں کو چاہیئے۔ کہ کوئی احمدی علیحدہ نہ رہ جائے۔ یا تو کسی جماعت میں شامل ہو۔ یا اس کا صحیح پتہ دفتر ھذا میں بھیج دیا جائے۔

ناظر بیت المال قادیان

افسوسناک وفات

سیدہ صفیہ بیگم صاحبہ بنت سید غلام حسین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ منٹگمری نے ایک طویل علالت (جس کو مرحومہ نے غیر معمولی صبر استقلال سے برداشت کیا) کے بعد ۲۶ مئی کو وفات پائی۔ مرحومہ تعلیم یافتہ احمدیت کا قابل رشک نمونہ اور بہت سی اوصاف کی مجموعہ تھیں۔ ان کی یادگار میں چار پرچہ مصباح ایک سال کے لئے غیر مستطیع خواتین کے نام اور ایک پرچہ ہمیشہ کے لئے کسی لائبریری کے نام جاری کرا رہا ہوں۔ اس کے علاوہ گرلز سکول قادیان میں پانچ روپے ماہوار کا ایک مستقل وظیفہ قائم کروں گا۔ (انشاء اللہ) احباب کرام سے التجا ہے۔ کہ مرحومہ کی مغفرت اور اس کی یادگار ایک لڑکی کی بہبودی کے لئے خاص دعا فرمائیں۔ رحمت علی شاہ۔ بی۔ اے کسٹم ہوس بمبئی

الفضل۔ ہمیں اس صدمہ میں مرحومہ کے خاوند سید رحمت علی صاحب اور والد سید غلام حسین صاحب کے ساتھ دلی ہمدردی ہے خدا تعالٰے انہیں صبر عطا فرمائے۔ اور مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ دے۔

ضروری تشریح

گذشتہ پرچہ الفضل میں یہ خبر شائع ہوئی ہے۔ کہ ۲۶ مئی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یوم وصال تھا۔ اس تاریخ لوکل انجمن قادیان نے بعد نماز عصر مسجد اقصٰی میں جلسہ منعقد کیا جس میں مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے "ذکرِ حبیب" پر تقریر فرمائی۔ چونکہ اس خبر سے یہ غلط فہمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
نمبر ۱۰۶ | قادیان دارالامان مورخہ ۵ جون سنہ ۱۹۳۰ء | جلد ۱۷

موجودہ سیاستِ ہند پر احمدیہ جماعت کی رائے

وائسرائے ہند کو حضرت امام جماعت احمدیہ کا مکتوب اور اس کا جواب

ہندوستان کی پُرشورش حالت ایسی نہیں ہے۔ کہ اس کو دیکھتے ہُوئے کوئی بھی خواہ مِلک بھی خاموش رہ سکے۔ پس باوجود اس کے کہ ہماری جماعت ایک خالص مذہبی جماعت ہے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے مناسب سمجھا۔ کہ موجودہ حالات کے متعلق ایک طرف تو وُہ اس امر کا اظہار گورنمنٹ پر کر دیں۔ کہ اس موقعہ پر احمدیہ جماعت کا کیا رویہ ہوگا۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کے حقوق کے سوال کو بھی گورنمنٹ کے سامنے بوضاحت پیش کر دیں تاکہ گورنمنٹ کو روزانہ بدلنے والے حالات میں وُہ نقطۂ نگاہ نہ بھول جائے۔ جسے اس وقت قریباً سب کے سب مسلمانوں نے بالاتفاق قبول کیا ہُوا ہے۔

وائسرائے ہند کو مکتوب

چنانچہ اس مقصد کو مدنظر رکھتے ہُوئے آپ نے ایک تفصیلی خط ہز ایکسی لنسی دی وائسرائے ہند کی خدمت میں ارسال کیا۔ یہ خط تین مئی کو قادیان سے پوسٹ ہُوا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ بعض معاملات کے متعلق آپ نے دوسرے لوگوں سے بہت پہلے گورنمنٹ کو توجہ دلائی ہے۔ اور الحمدللہ کہ ان تجاویز میں سے جو آپ نے پیش کی ہیں۔ بعض پر عمل بھی ہو گیا ہے ہز ایکسی لنسی کا جو جواب موصول ہُوا ہے۔ میں اس کا ترجمہ بھی شائع کرتا ہُوں۔ اس سے مسلمان خصوصاً اور باقی اعتدال پسند ہندوستانی عموماً معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ کا رویہ ایسا غیر معقول نہیں۔ جیسا کہ سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ کہ گورنمنٹ اپنے وقار کو قائم رکھتے ہوئے ہر معقول تجویز پر غور کرنے کے لئے تیار ہے۔

وائسرائے ہند کی طرف سے جواب

میں خصوصیت کے ساتھ اہل ملک کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہُوں۔ کہ ہز ایکسی لنسی کے جواب سے حسب ذیل امور بوضاحت ثابت ہوتے ہیں:-

اہل ہند کو اختیارات دینے پر آمادگی

(۱) موجودہ قانون شکنی پر جو گرفتاریاں ہو رہی ہیں۔ گورنمنٹ ان کو کسی صورت میں بھی ہندوستان کو اختیارات ملنے کے معاملہ کے متعلق بہانہ بنا کر استعمال نہیں کرنا چاہتی۔ اور باوجود اس بدمزگی کے جو پیدا ہو رہی ہے۔ ہز ایکسی لنسی اس امر پر قائم ہیں۔ کہ جس قدر جلد ہو سکے۔ ہندوستانیوں کی خواہش کے مطابق ہندوستانیوں کو اختیاراتِ حکومت دیدئے جائیں۔

ہندوستانی راہنماؤں کی کانفرنس

(۲) گو ہز ایکسی لنسی کے ظاہر الفاظ بتاتے ہیں۔ کہ سردست وُہ ہندوستان کے چیدہ راہنماؤں کی کانفرنس اس غرض کے لئے کہ ملک کی شورش کو کس طرح رفع کیا جائے۔ منعقد کرنا پسند نہیں کرتے۔ لیکن بین السطور پڑھنے سے ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ اس قسم کی کانفرنس کا انعقاد کوئی بعید بات بھی نہیں ہے اور ہو سکتا ہے۔ کہ جلد ہی کوئی ایسی صورت بھی نکل آئے۔ بہرحال حضرت امام جماعت احمدیہ اس کے لئے ملک کے ذمہ دار اصحاب سے خط و کتابت کر رہے ہیں۔ اور ہز ایکسی لنسی کو بھی اس کے بارہ میں دوبارہ مخاطب کرنے والے ہیں۔

پریس آرڈیننس کی غرض

(۳) پریس آرڈیننس کی غرض صرف شورش پسند اور گندے اخبارات کی شرارت کی روک تھام ہے۔ اور اس سے زیادہ کوئی مقصد نہیں۔ عبارتِ خط سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اگر پہلے پوری احتیاط بعض جگہ نہیں بھی ہُوئی۔ تو آئندہ اس کے استعمال میں پوری احتیاط سے کام لیا جائے گا۔ اور گورنمنٹ اس امر کو بھی تسلیم کرتی ہے۔ کہ ضمانت لینے سے پہلے تنبیہ بعض جگہ پر نہایت مفید ثابت ہوئی ہے۔ پس اس مجرب علاج کو امید نہیں کہ گورنمنٹ آئندہ نظر انداز کر دے۔

صوبہ سرحدی کا معاملہ

(۴) یہ کہ صوبہ سرحدی کے معاملہ میں گورنمنٹ خود فکرمند ہے کہ مسلمانوں کو کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ اور اسی وجہ سے اس نے ہائی کورٹ کا ایک کمیشن مقرر کیا ہے۔ اس کی رپورٹ پر وہ مسلمانوں کی مناسب دلجوئی کرے گی۔ مگر حضرت امام جماعت احمدیہ اس سوال کے جواب کو مکمل نہیں سمجھتے۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ اس سوال کے متعلق مزید روشنی ڈال کر اس کے دوسرے پہلوؤں کے متعلق بھی مسلمانوں کی دلجمعی کریگی

سارد ا ایکٹ

(۵) سارد ا ایکٹ کے متعلق جو جواب ہز ایکسی لنسی نے دیا ہے۔ وُہ نہ [illegible] امیدیں پیدا کرتا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر گو [illegible] اس سوال کے متعلق مسلمانوں کے نقطۂ نگاہ کو مدنظر رکھتے ہُوئے دوبارہ غور کرنے کے لئے تیار ہو گئی ہے اور اُس نے صوبجات کی حکومتوں سے اس کے متعلق مشورہ لیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ صرف اس بل کے متعلق ہی فیصلہ کرنا نہیں چاہتی۔ بلکہ وُہ آئندہ کے لئے ایسا طریق عمل بھی سوچ رہی ہے جس سے آئندہ کے لئے اس قسم کے فسادات کے پیدا ہونے کا احتمال نہ رہے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ اگر ہماری یہ امیدیں پُوری ہو گئیں۔ تو پبلک کو کانگریس کے لیڈروں کی دیانت کا بھی پتہ لگ جائے گا۔ اور انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ اگر اس ایکٹ کو منسوخ یا تبدیل کیا گیا۔ تو کس طرح وہی لیڈر جو اب مسلمانوں سے جھوٹی ہمدردی ظاہر کر رہے ہیں۔ وُہ اس وقت گورنمنٹ پر بد اخلاقی کا الزام لگانے لگ جائیں گے۔ درحقیقت گورنمنٹ کے پاس یہ ایک زبردست ہتھیار عدم تعاون کرنے والوں کا پول کھولنے کے لئے ہے۔ کیونکہ وُہ لوگ اسمبلی میں تو ان مذاہب پر لعنت بھیجتے رہے ہیں۔ جو چھوٹی عمر کی شادی کی اجازت دیں۔ لیکن اب علماء کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ کہ مذہبی معاملات میں وُہ دست اندازی کو پسند نہیں کرتے۔ اور سب الزام گورنمنٹ پر لگا رہے ہیں۔ بہرحال اب معاملہ ایک دفعہ پھر لوکل گورنمنٹ کے پاس گیا ہے۔ اور یہ موقعہ ہے۔ کہ مسلمان ہر صُوبہ میں لوکل گورنمنٹ کے سامنے اپنے نقطۂ نگاہ کو پیش کر کے اس کے مطابق ان سے رپورٹیں کرائیں۔

اپیل

مندرجہ بالا امور کی طرف توجہ دلانے کے بعد میں تمام سمجھدار ہندوستانیوں سے عموماً اور مسلمانوں سے خصوصاً اپیل کرتا ہوں۔ کہ وُہ اس وقت ان قانون کا رعب مٹانے والی اور قوم کے اخلاق بگاڑنے والی تحریکات سے اجتناب کریں۔ اور آئینی طریقوں سے گورنمنٹ سے اپنے حقوق کا تصفیہ کریں۔ ایک متحد اور عقلمند قوم کبھی بھی اپنے حقوق سے محروم نہیں رکھی جا سکتی۔ اور جو شخص یہ خیال کرتا ہے۔ کہ کروڑوں آدمیوں کی آبادی کا ملک اپنے حقوق کو

اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ خلاف قانون اعمال کا مرتکب نہ ہو۔ اور جب تک اُس کے بزرگ اپنی آئندہ نسلوں کے دلوں سے آئین و قوانین کا رُعب مٹا کر انہیں بے اصولا نہ بنا دیں۔ وہ اپنے ملک اور اپنی قوم ہی کی نہیں۔ بلکہ انسانیت کی بھی ہتک کرتا ہے۔ ہمیں اپنی عقل سے کام لے کر موجودہ مشکل کو حل کرنا چاہیئے۔ اور ایسے طریقوں سے باز رہنا چاہیئے۔ جو گو اس وقت ہمیں کچھ طاقت بخش دیں۔ لیکن ہماری اخلاقی زندگی کو بالکل تباہ کر دیں۔ اور آئندہ کے لئے خواہ کوئی حکومت بھی ہو۔ سودیشی یا بدیشی پر اس کا قیام اس ملک میں ناممکن بنا کر بجائے ملک کو ترقی کے زینے پر چڑھانے والا بنانے کے ہم اس کا شیرازہ صدیوں کے لئے بکھیر دینے والے ثابت ہوں۔ میں اپنی جماعت کی طرف سے حضرت امام جماعت احمدیہ کی ہدایت کے ماتحت یہ اعلان کرتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت ملک کی اسی طرح خیر خواہ ہے۔ جس طرح دوسرے لوگ اور ہر جائز اور منصفانہ کوشش کے لئے تیار ہے۔ جو ملک کو صحیح آزادی دینے والی ہو۔ لیکن ملک سے اپیل کرتی ہے۔ کہ ملک کو تباہ کرنے والی تحریکوں سے باز رہا جائے۔

خاکسار عبدالرحیم درد۔ ایم۔ اے۔ ناظر امور خارجیہ قادیان

حضرت امام جماعت احمدیہ کا مکتوب بنام جناب ہز ایکسیلنسی لارڈ ارون وائسرائے ہند

یور ایکسیلنسی

میں قانون نمک کی خلاف ورزی کی تحریک کے موقع پر آپ کو مخاطب کرنا چاہتا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ آپ کو اس امر کی طرف توجہ دلاؤں۔ کہ نمک بنانے والوں کو بجائے گرفتار کرنے کے صرف اُن کا نمک ضبط کیا جائے۔ تو کچھ دنوں میں یہ تحریک خود بخود مٹ جائے گی۔ کیونکہ عوام الناس زیادہ دنوں تک بغیر زبردست دلچسپی کے سامان کے کام نہیں کر سکتے۔ لیکن بعد میں میں نے اس وقت تک آپ کو مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا جب تک کہ آپ خود ہی ملک کے عام تعاون طلبی سے مشورہ کرنا مناسب نہ سمجھیں۔

ملکی فضاء

وہ وقت گذر گیا۔ اور گورنمنٹ کی طرف سے بعض گرفتاریوں کے عمل میں آنے کی وجہ سے ملک کی فضاء بالکل بدل گئی ہے۔ انگلستان پر ایک دفعہ پھر ارجنٹ تحریک آزادی کا زمانہ آگیا ہے تحریک آزادی کی ابتدا میں پٹیل نے بڑا زور دیا تھا۔ کہ سختی سے اجتناب کیا جائے۔ مگر جب اس کی نہ سُنی گئی۔ اور جنگ جاری ہو گئی تو اُس نے مشورہ دیا۔ کہ اب جنگ کو انتہا تک پہنچایا جائے مگر اُس وقت بھی اُس کی نہ سُنی گئی۔

گورنمنٹ کی بے توجہی

جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ ملک میں اس وقت عام طور پر تحریک آزادی جاری ہے۔ اب وُہ وقت آچکا ہے۔ کہ ہندوستان کے گاؤں کے باشندے بھی آزادی سے دلچسپی لینے لگے ہیں۔ اور اس تحریک کی طاقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر گورنمنٹ خلاف ورزی قانون کی ابتداء ہی میں قانون کا احترام کرنے والی جماعتوں کی ایک کانفرنس طلب کر کے اپنی پالیسی کو طے کرتی۔ تو یقیناً ملک کی فضاء بُہت اچھی رہتی۔ اور گورنمنٹ کی ہر دفاعی تدبیر کی پشت پر ایک بہت بڑی جماعت ملک کے با اثر لوگوں کی ہوتی لیکن افسوس کہ گورنمنٹ نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ جو تدبیر جنگ کے دنوں میں لارڈ چمسفورڈ کی دُور اندیشی سے فوجوں کے بھرتی کرنے میں کامیاب ہُوئی تھی۔ وُہ آج بھی کامیاب ہو سکتی تھی۔ اور شاید اب بھی کامیاب ہو سکے۔ بشرطیکہ جناب کی دُور اندیش نگاہ گورنمنٹ کے مقررہ راستہ کی بندشوں سے آزاد ہونے کا آپ کو مشورہ دے۔

جماعت احمدیہ کی خدمات

میں اور جماعت احمدیہ جیسا کہ جناب کو معلوم ہے۔ ایک طرف تو برطانیہ سے وابستہ رہتے ہُوئے آزادیٔ وطن کے زبردست حامیوں میں سے ہیں۔ اور دوسری طرف قانون کے احترام کو اپنے مذہب کا ایک جزو سمجھتے ہیں۔ رولٹ ایکٹ کے دنوں میں میری ہدایات کے ماتحت میری جماعت نے قیام امن کے لئے جو خدمات کی تھیں۔ اُن کی گواہ پنجاب اور ہندوستان کی گورنمنٹوں کی کمیونکیں ہیں۔ اور میں اب بھی آپ کو یقین دلاتا ہُوں۔ کہ حکومت کو اس کے جائز اعمال میں مدد دینے کے لئے۔ اور قانون کی خلاف ورزی کا مقابلہ کرنے کے لئے آج بھی احمدیہ جماعت اسی طرح مستعد ہے جیسا کہ وُہ پہلے مستعد رہی ہے۔ اور ہماری خدمات اس بارہ میں پورے طور پر حکومت ہند اور صوبہ جات کی حکومتوں کے تابع ہیں۔ لیکن میں جناب کی توجہ مندرجہ ذیل امور کی طرف پھراتا ہوں۔ شاید کہ اس سے ملک کے امن کو فائدہ پہنچے۔

ملکی نمائندوں کی کانفرنس

۱۔ ایک کانفرنس ملک کی اُن تمام جماعتوں کے نمائندوں کی کی جائے۔ جو امن پسند اور اعتدال کے حامی ہیں۔ اور جناب اُن لوگوں سے مشورہ لیں۔ کہ ایک طرف قانون کا احترام خود ملک کے امن کے قیام کے لئے اور آئندہ ہندوستانی حکومت کی مضبوطی کے لئے بھی ضروری ہے۔ اور دوسری طرف جب قانون ایسے معاملات میں دست اندازی کرتا ہے۔ تو اُس کا نام تشدد رکھا جاتا ہے۔ وُہ کونسا طریق اختیار کیا جائے۔ کہ قانون کا احترام بھی قائم رہے۔ اور ملک کو تشدد کی بھی شکایت نہ ہو۔

متفقہ طریق عمل

۲۔ آپ کو تمام گورنروں کی ایک کانفرنس طلب کر کے سب ہندوستان کے لئے ایک متفقہ طریق عمل تجویز کرنا چاہیئے۔ اس وقت تک مختلف صوبوں میں الگ الگ طریق عمل اختیار کیا گیا ہے۔ اور اس کا نقصان ہو رہا ہے۔ بے شک جناب نے الگ الگ گورنروں سے مشورہ لیا ہے۔ لیکن اکٹھے مشورہ کا فائدہ بُہت زیادہ ہے۔

پریس کی روک تھام

۳۔ پریس کی روک تھام ایک حد تک ضروری ہے۔ لیکن اس قدر ضمانتوں کا طلب کرنا جو اردو پریس کے لئے ناقابل برداشت ہے شورش کو یقیناً بڑھاوے گا۔ اگر اخبارات بند ہوئے۔ تو غلط افواہیں پھیلنی شروع ہو جائیں گی۔ اور مضافات میں یہ خیال جگہ لے لیگا۔ کہ ملک کے سب حصّوں میں بغاوت ہو رہی ہے۔ پس اول صرف تنبیہ ہونی چاہیئے۔ دوسری دفعہ قلیل ضمانت طلب کرنی چاہیئے۔ تیسری دفعہ ضمانت زیادہ طلب کرنی چاہیئے۔ اگر اس طرح گورنمنٹ کام کرے گی۔ تو یقیناً پریس کا ایک حصّہ گورنمنٹ کا ساتھ دینے لگے گا۔ اور یہ تدبیر پریس کے بند کر دینے سے بہت زیادہ مفید ہو گی۔

موجودہ گرفتاریوں کی وجہ

۴۔ گورنمنٹ کو پُوری طرح واضح کر دینا چاہیئے۔ کہ موجودہ گرفتاریاں تحریک آزادی کو روکنے کے لئے نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے لئے بہتر فضاء پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ اور گورنمنٹ پُوری طرح فیصلہ کر چکی ہے۔ کہ ہندوستان کو ڈومینین سٹیٹس دینے کا جو اعلان کیا جا چکا ہے۔ وُہ بہر حال پُورا کیا جائیگا۔

پشاور میں گورنمنٹ کی غلطی

۵۔ مُسلمان اس وقت من حیث القوم اس تحریک سے الگ ہیں۔ لیکن پشاور میں گورنمنٹ سے سخت غلطی ہوئی ہے۔ میں پرائیویٹ علم کی وجہ سے جانتا ہوں۔ کہ اس موقعہ پر مقامی حکام نے ضبط نفس سے کام نہیں لیا۔ گورنمنٹ کو چاہیئے۔ کہ مُسلمانوں کے دلوں کا استمالہ کرے۔ اور پشاور کی غلطی کا آئندہ سد باب کرنے کے علاوہ ایسے طریق اختیار کرے۔ جن سے یہ زخم بھی مندمل ہو جائیں۔ اسی ضمن میں گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کا اعلان بُہت مفید ہو گا۔ کہ صُوبہ سرحد کو بھی دُوسرے صُوبوں کے ساتھ ساتھ ملکی اصلاحات دے دی جائیں گی۔

مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت

۶۔ مسلمانوں کو یہ شُبہ ہے۔ کہ گورنمنٹ فیصلہ کرتے وقت ان کے حقوق کو ہندوؤں کے شور کی وجہ سے تلف کر دیگی۔ اس کا ازالہ ہونا چاہیئے۔

سارداا ایکٹ

۷۔ سارداا ایکٹ کے بارہ میں گورنمنٹ سے سخت غلطی ہوئی ہے

میں خود بچپن کی شادیوں کا مخالف ہوں۔ اور اپنی جماعت کی کئی شادیوں کو روک چکا ہوں۔ لیکن باوجود اس کے اس امر کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ کہ ایک کثیر التعداد جماعت سوشل اصلاح کے نام سے قلیل التعداد جماعتوں کے ذاتی معاملات میں دخل دے۔ بچپن کی شادی زیادہ تر ہندوؤں میں تھی۔ اور بیوہ کی شادی نہ ہونے کے سبب سے اس کا نقصان بھی انہی کو پہونچتا تھا۔ اس قانون نے مسلمانوں کو ڈرا دیا ہے۔ کہ آئندہ گورنمنٹ کی مدد سے گائے کے ذبیحہ اور شادی بیاہ وغیرہ کے متعلق بھی ہندو قانون پاس کرائینگے اس جوش کے دبانے کی بھی کوئی ضرورت ہونی چاہیئے۔ محض گرفتاریوں کے التوا سے اس بارہ میں لوگوں کا جوش ٹھنڈا نہیں ہو سکتا۔

میں آخر میں پھر آپ کو اپنی اور جماعت احمدیہ کی وفاداری اور تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ ہمارے لئے کام کی بہتر فضا پیدا کرنے کے لئے آپ بھی اوپر کے امور کے متعلق ہمدردانہ غور کریں گے۔

(دستخط) مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ قادیان ۲۲

وائسرائے ہند کی طرف سے جواب
شکریہ

مکرمی مرزا صاحب!

میں حسب ایماء ہز ایکسی لنسی وائسرائے ہند جناب کے خط مورخہ ۳۔ مئی ۱۹۳۰ء کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور اطلاع دیتا ہوں۔ کہ ہز ایکسی لنسی نے جناب کے خط کا بہت غور سے مطالعہ فرمایا ہے۔

آپ نے جو بحیثیت امام جماعت احمدیہ اپنی قوم کی طرف سے حکومت کے ساتھ وفاداری اور تعاون کا یقین دلایا ہے۔ وہ ہز ایکسی لنسی کے دلی مسرت کا موجب ہوا ہے۔ یہ اظہار متعلق جماعت احمدیہ کی دیرینہ روایات اور گذشتہ شاندار ریکارڈ کے عین مطابق ہے۔

ملکی ترقی کی تمنائیں

عام طور پر ہندوستانیوں میں ملکی ترقی اور ذمہ وارانہ حکومت خود اختیاری کے حصول کے لئے۔ جو جذبات اور گہرے احساسات موجود ہیں۔ ہز ایکسی لنسی ان سے کماحقہٗ واقف اور آگاہ ہیں۔ اور وہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ گذشتہ اکتوبر سے ہز مجسٹی کی حکومت کے متواتر اعلانات اور اُن کے اپنے بیانات نے اس امر کو قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ گورنمنٹ چاہتی ہے کہ ان آرزوؤں اور تمناؤں کو جس قدر جلد ممکن ہو سکے بہترین طریقہ پر عملی جامہ پہنایا جائے۔

باقاعدہ کانفرنس

انگلستان سے واپسی کے بعد ہز ایکسی لنسی نے مختلف جماعتوں کے مشہور نمائندوں کے ساتھ متواتر تعلق قائم رکھا ہے اور انہیں یقین ہے۔ کہ مختلف صوبہ جات کے گورنروں نے بھی اپنے اپنے صوبہ کے ذی اثر احباب سے ایسا ہی تعلق رکھا ہوگا ممکن ہے کہ وہ وقت بھی آجائے۔ جب کہ ملک میں امن اور آئینی ترقی کے خواہشمندوں کی ایک باقاعدہ کانفرنس طلب کرنے کو بھی مناسب سمجھا جائے۔ اگر ایسا ہوا۔ تو اس وقت آپ کی پیشکردہ تجاویز کو بھی ضرور زیر غور لایا جائے گا۔ لیکن اس دوران میں اگر آپ کے نزدیک بعض عملی تجاویز ایسی ہوں۔ جن پر فوری عمل کرنا ضروری ہو۔ تو ہز ایکسی لنسی کی رائے ہے۔ کہ آپ انہیں گورنر پنجاب کے نوٹس میں لے آئیں۔

بے بنیاد خیال

اس سے زیادہ بے بنیاد خیال اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کہ گورنمنٹ آزادیٔ ملک کے جائز جذبات کو دبانا چاہتی ہے۔ اور وہ تمام ذرائع جو ناواجب۔ امن شکنی اور قائم شدہ حکومت کو تباہ کرنے کی کوششوں کی وجہ سے گورنمنٹ کو اختیار کرنے پڑے ہیں۔ انہیں محض قانون کے احترام کے قائم رکھنے اور ملک کے انتظام کو بالامن طور پر چلانے اور افراد کے حقوق کی حفاظت کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔

پریس آرڈیننس

ہز ایکسی لنسی نے پریس آرڈیننس کے اجراء کے متعلق آپ کے خیالات کا مطالعہ کیا ہے۔ انہیں یقین ہے۔ کہ کئی موقعوں پر ضمانت طلب کرنے سے پہلے دوستانہ انتباہ کیا گیا ہے۔ اور اس کا اثر بھی بہت اچھا ہوا ہے۔ ہز ایکسی لنسی کو اس بات کا بھی علم ہے۔ کہ جب کسی اخبار سے ضمانت طلب کرنا ضروری خیال کیا گیا ہے تو زرِ ضمانت کے تعین جرم کی وسعت اور اشاعت اخبار کو مدنظر رکھ کر کی جاتی رہی ہے۔ اور اخبار کے دیگر خاص حالات کا بھی خاص لحاظ رکھا جاتا رہا ہے۔

ہنگامۂ پشاور

ہنگامۂ پشاور کے متعلق میرا خیال ہے۔ کہ آپ اس امر سے آگاہ ہونگے۔ کہ سر نارمن بولٹن کے اعلان کے مطابق گورنمنٹ نے تحقیقات کے لئے دو ہائی کورٹ کے ججوں پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کر دی ہے۔ اس کی تحقیقات کے نتائج کا انتظار کرنا ضروری ہے۔

سارداایکٹ

سارداایکٹ کے متعلق آپ کی رائے کو ہز ایکسی لنسی نے خاص دلچسپی سے پڑھا ہے۔ وہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ ایک مذہبی جماعت کے امام کی طرف سے اس بارہ میں جو خیالات ظاہر کئے گئے ہیں۔ وہ خاص توجہ کے مستحق ہیں۔ چنانچہ گورنمنٹ آف انڈیا نے حال ہی میں لوکل گورنمنٹوں سے سارداایکٹ اور بعض دیگر پرائیویٹ قانونی مسودات کے متعلق جو اسمبلی کے ممبروں کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں یا مسودہ کی صورت میں آ چکے ہیں۔ مشورہ طلب کیا ہے۔ اور ان کی طرف سے جوابات آنے پر اس سوال پر پوری احتیاط کے ساتھ غور کیا جائے گا۔

ہز ایکسی لنسی کو امید ہے۔ کہ آپ اس بدگمانی کو رفع کرنے کے لئے جس کا ذکر آپ نے اپنے خط کے پیراگراف نمبر ۶ میں کیا ہے۔ اپنے اثر کو کام میں لائیں گے۔

اقلیتوں کے حقوق

ہز مجسٹی کی گورنمنٹ ہمیشہ اس امر پر زور دیتی رہی ہے کہ گول میز کانفرنس میں تمام قوموں اور خاص ذمہ داری رکھنے والی جماعتوں کی نمائندگی کا ضرور خیال رکھا جائے گا۔ اور ہز ایکسی لنسی کے اپنے اعلان مورخہ ۱۳۔ مئی ۱۹۳۰ء میں بھی اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ اقلیتوں کے حقوق کی پوری طرح حفاظت کی جائے گی۔ پس ان حالات میں اس قسم کے شکوک کا پیدا کرنا کہ اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت نہیں کی جائے گی۔ کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔

آپ کا خیرخواہ کننگھم پرائیویٹ سکرٹری دی ہز ایکسی لنسی دی وائسرائے

"سول" کا غلط مشورہ

اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ (۱۳۔ مئی) نے جو نیم سرکاری اخبار سمجھا جاتا ہے۔ موجودہ بے چینی اور بدامنی دور کرنے کے لئے حکومت کو یہ مشورہ دیا ہے کہ بعض مقامات پر انتظام پولیس کی بجائے فوج کے ہاتھ میں دے دینا چاہیئے۔ کانگریس کو باغی جماعت قرار دے دیا جائے۔ اور سیاسیات میں حصہ لینے والوں کے لئے قید کی بجائے زیادہ مؤثر سزا مقرر کی جائے۔ اور وہ یہ کہ مجسٹریٹوں کو اختیارات دے دئے جائیں۔ کہ نوجوانوں کو قید کی بجائے بدنی سزا دیا کریں۔ سول کا خیال ہے۔ جس شخص کو ایک بار سزائے تازیانہ مل جائے گی۔ اسے دوبارہ ایسا موقعہ پیدا کرنے کی جُرأت نہ ہوگی۔ جس کے نتیجہ میں اسے ایسی سزا ملے۔

یہ ایک نہایت عاقبت نا اندیشانہ مشورہ ہے۔ اس سے نہ صرف کسی قسم کی بہتری کی صورت نہیں پیدا ہو سکتی۔ بلکہ اور زیادہ خرابی رونما ہو گی۔ اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۱۹ء کی شورش میں فوجی افسروں سے حد سے زیادہ تشدد اور سختی کے جو واقعات رونما ہوئے۔ ان سے بجائے اس کے کہ لوگ مرعوب ہو جاتے۔ ان کے دلوں میں مستقل عداوت اور دشمنی کے جذبات پیدا ہو گئے۔ اور گورنمنٹ کے مخالفین آج تک ان واقعات کو پیش کر کے آگ بھڑکاتے چلے آ رہے ہیں۔ اور موجودہ شورش کے ۱۹۱۹ء کی شورش سے زیادہ سخت ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ اس زمانہ کے تشدد آمیز واقعات لوگوں کے دلوں پر کندہ ہیں۔ پس "سول" کا مشورہ نہایت نقصان رساں اور فضول ہے اسے قطعاً قابل توجہ نہیں سمجھنا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

ہم سیاسیات میں کیوں دخل دیتے ہیں

کانگریس کے پروگرام کی نامعقولیت

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

چونکہ ہماری جماعت ایک

مذہبی جماعت

ہے۔ اور ہم نے اپنا مقصد اور اپنا مدعا

تبلیغ اسلام

قرار دے رکھا ہے۔ اور دوسری تمام مزدوروں کو پیچھے ڈال رکھا ہے۔ اس لئے براہ راست سیاسیات سے ہمارا تعلق نہیں لیکن جب ملک میں کوئی وبا آتی ہے۔ تو وہ سب کو لپیٹ لیتی ہے۔ خواہ کوئی جماعت چھوٹی ہو یا بڑی۔ اور خواہ وہ دوسرے لوگوں سے تعلق رکھنے والی ہو۔ یا علیحدہ رہنے والی جب آگ لگتی ہے۔ تو دوست دشمن کے گھر کی کوئی تمیز روا نہیں رکھتی۔ اس لئے وہ تغیرات جو اس وقت سیاست میں پیدا ہو رہے ہیں۔ اور وہ ہیجان جو اس وقت سیاسی لوگوں کے قلوب میں پایا جاتا ہے۔

ہماری جماعت پر اثر انداز

ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور اگر ہماری جماعت کے لوگ خود متاثر نہ ہوں، تو بھی دوسرے لوگ انہیں خاموش نہیں بیٹھنے دیتے۔ جب ان کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں۔ گھر میں اور باہر۔ ان کے دوست اور عزیز و اقارب ہر وقت ان کی توجہ اپنی طرف کھینچ رہے ہوں۔ اور انہیں ان سوالات سے تنگ کر رہے ہوں۔ جو اس وقت سیاست میں پڑنیوالے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو رہے ہیں۔ تو پھر وہ کسی صورت میں بھی

خاموش نہیں بیٹھ سکتے

اور انہیں مجبوراً جواب دینا پڑتا ہے۔ اور وجہ بتانی پڑتی ہے۔ کہ وہ کیوں اس سے علیحدہ ہیں۔ بلکہ بعض امور میں اس کے خلاف عمل کرنے پر بھی آمادہ ہیں

کہتے ہیں۔ دو شخص نہر کے کنارے جا رہے تھے۔ کہ نہر میں ایک ریچھ سردی کی وجہ سے ٹھٹھرا ہوا بہتا انہوں نے دیکھا۔ ایک شخص نے خیال کیا۔ کہ لوئی ہے۔ کیونکہ اس کے بال پانی میں سردی کی وجہ سے سمٹ کر لوئی کی طرح تہ بہ تہ ہو گئے تھے۔ وہ شخص پانی میں کودا۔ اور اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔ اس کھینچا تانی کی وجہ سے گرمی پیدا ہونیکے سبب ریچھ کے بدن میں بھی توانائی آ گئی۔ اور اس نے اس شخص کو اپنے قابو میں کرنیکے لئے زور لگانا شروع کیا۔ جب زیادہ وقت گذر گیا۔ تو اس کے ساتھی نے اسے آواز دی۔ اگر کمبل کھینچا نہیں جا سکتا۔ تو اسے چھوڑ کر آ جاؤ۔ اس نے جواب دیا۔ اب میرے چھوڑ دینے کا تو سوال ہی نہیں۔ میں تو کمبل کو چھوڑتا ہوں لیکن

کمبل مجھے نہیں چھوڑتا

تو کئی مواقع انسان پر ایسے آتے ہیں۔ کہ وہ چاہتا ہے۔ خاموش بیٹھا رہے۔ لیکن لوگ اسے نہیں بیٹھنے دیتے۔ اگر دنیا ہمیں خاموشی سے اپنے کام میں مشغول رہنے دے۔ تو ہم بھی اپنے کام میں مشغول رہیں۔ اور کسی دوسری بات کی طرف خیال بھی نہ کریں۔ لیکن دنیا کبھی اس بات کی اجازت نہیں دے سکتی۔

اگر ہم خاموش رہیں

تو کہا جاتا ہے، بولتے کیوں نہیں۔ اور اگر بولیں، تو کہا جاتا ہے۔ ہمارے خلاف رائے کیوں رکھتے ہو۔ سوچتے نہیں۔ کہ انہیں کس نے کہا تھا۔ کہ مجبور کر کے ہم سے رائے لیں۔ ہم بالکل خاموش تھے لیکن اعتراض کیا جاتا تھا۔ کہ یہ

ملکی معاملات میں دلچسپی

نہیں لیتے۔ لیکن جب بولیں۔ تو یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ ہمارے خلاف رائے کیوں رکھتے ہو۔ حالانکہ جب ہم سے دریافت کیا جاتا ہے تو ہمارا فرض ہے۔ کہ

دیانتداری سے اپنی رائے کا اظہار

کردیں۔ خواہ وہ غلط ہو یا صحیح۔ پس اگر ہم بولیں گے۔ تو ضرور ہے۔ کہ وہی کہیں جو ہمارے نزدیک صحیح اور درست ہے۔ اور چونکہ اب زمانہ ایسا ہے۔ کہ لوگ دوسرے کو خاموش نہیں رہنے دیتے۔ اس لئے ہم مجبور ہیں۔ کہ اپنے خیالات ظاہر کر دیں۔

علاوہ ازیں ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اور ہر طبقہ کے لوگ اس میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس میں صرف سرکاری ملازم ہی نہیں۔ بلکہ زمیندار اور آزاد پیشہ تاجر بھی ہیں۔ اور وہ اپنے ارد گرد کے سیاسی خیالات سے ضرور کچھ نہ کچھ متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے بھی ہمارا فرض ہے۔ کہ

اپنی جماعت کی راہنمائی

کیلئے اپنے خیالات کا اظہار کر دیں۔ اسلئے کچھ عرصہ سے ہم پیش آمدہ اہم امور کے متعلق صحیح مسلک کا اعلان کر دیتے ہیں۔ تا اپنی جماعت کی راہنمائی ہو سکے اور وہ دق کرنیوالوں کو صحیح جواب دے سکے۔ اسکے علاوہ یہ بات بھی ہے۔ کہ ہمارا مذہب ہمیں سکھاتا ہے۔ کہ تم جس بات کو صحیح سمجھو اسے دوسروں تک بھی پھیلاؤ۔ ہم اپنے آپ کو

تبلیغی جماعت

کہتے ہیں۔ اور تبلیغی جماعت کے معنے ہی یہ ہیں۔ کہ جسے ہم صداقت سمجھیں اسے دنیا میں پھیلائیں۔ پس جب ہم

تبلیغ بطور پیشہ

اختیار کر چکے ہیں۔ تو لازماً جو بات ہمیں صحیح نظر آئیگی۔ وہ دوسروں تک ضرور پہنچائینگے۔ اگر ایک شخص کا کام ایسا ہو۔ کہ اسے زیادہ حصہ چپ ہی رہنا پڑے۔ تو وہ بیشک خاموش رہیگا لیکن جسکا کام بولنے کا ہے۔ وہ بعض اوقات بے موقعہ بھی بول پڑیگا۔ اور

ہر موقع خاموش

تو وہ رہ ہی نہ سکیگا۔ اسی طرح جس جماعت نے صداقت پھیلانی ہو۔ اسے بھائیوں کو غلط راہ سے بچا کر سلامتی کی راہ پر چلانا ہو۔ اسکا صرف یہی فرض نہیں۔ کہ مذہبی طور پر انہیں ہر قسم کے خطرات سے بچانے کی کوشش کرے۔ بلکہ اسکا یہ بھی فرض ہے کہ اگر سیاسی طور پر اسکے بھائی تباہ ہو رہے ہوں۔ تو اس میں بھی انکی مدد کرے۔ پس ہم مجبور ہیں۔ کہ لوگوں سے تعلق رکھنے والے امور کے متعلق اپنا خیال ظاہر کریں۔ جس مذہب میں ہم داخل ہیں۔ اور جس پر چلنے کا ہمیں فخر حاصل ہے۔ وہ موقع پر خاموش رہنے والے کو

شیطان اخرس

قرار دیتا ہے۔ یعنی جو شخص موقع پر حق بات کہنے سے باز رہتا ہے وہ شیطان اخرس یعنی گونگا شیطان ہے۔ پس یہ کیونکر ممکن ہو کہ ہم

[illegible]اور بھلائی کی بات

[illegible]اپنے بھائیوں کو تباہ ہونے دیں۔ اگر زید کو یہ [illegible]ق ہے۔ کہ وہ اپنی رائے جو ہمارے خلاف رکھتا ہے۔ دنیا میں پھیلائے۔ تو ہمیں کیوں یہ حق نہیں۔ کہ اپنی صحیح رائے جو اس کے خلاف ہے۔ لوگوں تک پہنچائیں۔ پس جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم سیاسیات میں کیوں دخل دیتے ہیں انکو ہمارے

تین جواب

ہیں۔ اول یہ کہ ہم اپنا کام کر رہے تھے۔ تم نے ستایا۔ دق کیا۔ اور بار بار اعتراض کئے۔ کہ تم کیوں خاموش ہو۔ اس لئے ہم مجبور ہو گئے۔ کہ اپنی صحیح رائے کا اظہار کر دیں۔ دوسرے یہ کہ ہماری جماعت خدا تعالےٰ کے فضل سے ہندوستان کے ہر حصہ اور بیرونی ممالک میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔ اور ان میں سے کئی ایک ایسے دوست ہیں۔ جنہیں سالہا سال قادیان آنیکا اتفاق نہیں ہوتا۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ان کی

رہنمائی کے لئے

ہم اپنے نیز بیرونی پریس کے ذریعہ بھی ملکی امور کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ اور انہیں مناسب ہدایات دیں۔ تیسرے یہ کہ

ہم مبلغ ہیں

اور ہمارا پیشہ یہی ہے۔ کہ جو بات حق سمجھیں۔ اسے دنیا میں پھیلائیں جس طرح کوئی شخص کسی ڈاکٹر کو نہیں کہہ سکتا۔ کہ تم لوگوں کا علاج کیوں کرتے ہو۔ کیونکہ اس کا کام ہی یہ ہے۔ اسی طرح کوئی شخص حق کے اظہار کیوجہ سے ہم پر بھی اعتراض نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ ہمارا پیشہ ہے۔ اس لئے جسے ہم مفید سمجھیں۔ فرضِ منصبی کے لحاظ سے ضروری ہے۔ کہ اسے دوسروں تک پہنچا دیں۔

اگر ہماری باتیں غلط ہیں۔ تو پھر ہمارے مخالفین کے لئے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ ان باتوں کو سنکر لوگ خود ہی رد کر دیں گے۔ لیکن اس حق سے ہمیں محروم نہیں کیا جا سکتا۔ کہ جس طرح وہ اپنے خیالات کی اشاعت کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی کریں۔

آزادیٔ وطن حاصل کرنیوالے

آزادی کو ہر چیز پر مقدم سمجھتے ہیں۔ لیکن کیا یہ امر آزادی کے منافی نہیں ہوگا۔ کہ وہ ہم سے محض اس وجہ سے جھگڑیں۔ کہ ہماری رائے ان کے خلاف ہے۔ انہیں تو چاہیئے۔ کہ اعلان عام کر دیں۔ کہ جو شخص ان کے خیالات کے خلاف رائے رکھتا ہو۔ وہ آئے اور اسے پیش کرکے اس کی معقولیت ثابت کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مخالفین کو تحریک کی۔ کہ ایسے جلسے منعقد کئے جائیں۔ جن میں ہر شخص

اپنے مذہب کی خوبیاں

بیان کرے۔ آپ نے یہ نہیں کہا۔ کہ چونکہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں۔ اس لئے باقی سب لوگ اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ بند کر دیں۔ لیکن اگر آپ کانگریس کی پالیسی اختیار کرتے۔ تو کہتے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں۔ تم سب گونگے ہو جاؤ۔ مگر نہیں آپ نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے۔ کہ باقی لوگوں کو بھی تبلیغ کا ویسا ہی حق ہے۔ جیسا مجھے اس لئے آپ نے فرمایا۔ کہ تم اپنی بات پیش کرو میں اپنی بات پیش کرتا ہوں۔ اور جب تک یہ طریق نہ پیش کیا جائے۔ امن کبھی نہیں ہو سکتا۔ اور حق نہیں پھیل سکتا۔ دنیا میں کون ہے۔ جو اپنے آپ کو حق پر نہیں سمجھتا۔ لیکن جب خیالات میں اختلاف ہو۔ تو ضروری ہے۔ کہ اسے ظاہر کرنیکا موقع دیا جائے۔ پس کانگریس کو چاہیئے۔ کہ اعلان کرے۔ کہ ہم ایسے جلسوں کا انتظام کرتے ہیں۔ اور مخالف رائے رکھنے والے آکر اپنی اپنی رائے کا اظہار کریں۔ ہم نے تو کئی بار اس بات کا اعلان کیا ہے۔ کہ جو لوگ ہماری رائے کو غلط سمجھتے ہیں وہ آئیں۔ اور

ہمارے سٹیج پر

کھڑے ہو کر تقریریں کریں یہ نہیں۔ کہ ہر ایرے غیرے کے لئے۔ بلکہ اگر معقول اور بارسوخ لیڈر آئیں۔ تو ہم ان کی تقریر کے لئے جماعت کو اکٹھا بھی کر سکتے ہیں۔ اور میں خود بھی ان کے خیالات سنوں گا۔ اور اگر ان کی بات معقول ہوگی تو ہمیں اس کے ماننے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ اور اگر وہ ہمارے خیالات کو معقول سمجھیں۔ تو ان کا بھی فرض ہے۔ کہ آزادی کے ساتھ ہماری اتباع کرنے لگ جائیں۔

یہ کہنا۔ کہ تم ہمارے مخالف ہو۔ اور دشمن ہو۔ یہ

شکست خوردہ لوگوں کا طریق

ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے۔ جیسے کسی کو سونٹے سے منوانیکی کوشش کرنا اور کوئی شریف اور باغیرت انسان سونٹے سے کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔

یہ خیال غلط ہے

کہ ہماری جماعت چونکہ بہت تھوڑی ہے۔ اس لئے اگر ایسی زبردست تحریک کے مقابلہ میں اٹھے گی۔ تو نقصان اٹھائیگی۔ جو قوم

مرنے کے لئے تیار

ہو جاتی ہے۔ اسے کوئی نہیں مار سکتا۔ مرتی وہی قوم ہے۔ جو

زندگی سے پیار

کرتی ہے۔ جو لوگ موت کو آسان سمجھتے ہیں۔ انہیں دنیا سے کوئی نہیں مٹا سکتا۔ وہ اپنے اندر ایسی طاقت رکھتے ہیں جو بڑھتی ہے۔ لیکن گھٹتی نہیں۔ پس ان حالات میں اگر ہم دخل دیتے ہیں۔ تو کسی کا حق نہیں۔ کہ ہم سے ناراض ہو۔ بلکہ ملک کے امن کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہر قسم کے خیال کا اظہار ہو۔ میں جب ولایت سے آیا۔ تو

گاندھی جی سے تبادلۂ خیالات

کا انتظام کیا۔ انہوں نے بڑی مہربانی کی۔ وہ دہلی میں تھے لیکن بمبئی آ گئے۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ آپ کانگریس کمیٹی کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کہتے ہیں۔ اور آل انڈیا میں ہم بھی شامل ہیں۔ لیکن کانگریس میں ہمیں نہیں لیا جاتا۔ ہم بھی ویسے ہی ہندوستانی ہیں۔ جیسے آپ۔ پھر کیوں ہمیں کانگریس میں شامل نہیں ہونے دیا جاتا۔ اس صورت میں کانگریس

آل انڈیا

نہیں کہلا سکتی۔ اگر سو میں سے ننانوے شامل ہوں صرف ایک باہر ہو۔ تو بھی یہ آل انڈیا نہیں کہلا سکتی۔ مگر ہاں یہ تو بات سرے سے ہی غلط ہے۔ کہ اس میں ننانوے فیصدی شامل ہیں۔ لیکن اگر پورے بھی ایک فیصدی کا حق ہے۔ کہ جب تک انہیں شامل نہ کیا جائے۔ یہ نام ملک کی نمائندہ نہیں کہلا سکتی۔ اسلئے ہر شخص کو کانگریس میں داخل ہونے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ اور

معاملات کا تصفیہ

کثرت رائے سے کیا جانا چاہیئے۔ اختلاف ہر ملک میں موجود ہوتا ہے۔ اور ہر قوم میں لوگ مختلف الخیال ہوتے ہیں انگلستان میں ہی دیکھو۔ کبھی کنسرویٹو اقتدار پکڑ جاتے ہیں۔ کبھی لبرل اور کبھی لیبر۔ لیکن یہ کبھی نہیں ہوا۔ کہ مقتدر جماعت دوسروں کو پارلیمنٹ میں داخل نہ ہونے دے۔ بلکہ وہ سب اکٹھے بیٹھکر ہر معاملہ پر غور کرتے ہیں۔ اور کثرت رائے پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس صورت میں جو پارٹی برسر اقتدار ہو۔ وہ دوسری جماعتوں کے ٹیکس بھی اپنے حسب منشاء وصول اور خرچ کرتی ہے۔ اسی طرح کانگریس میں بھی جن لوگوں کی اکثریت ہو وہ دوسروں کا روپیہ بھی اپنے حسب منشاء خرچ کریں۔ لیکن انہیں شامل ضرور کریں۔ اس صورت میں کانگریس آل انڈیا کہلا سکتی ہے۔ گاندھی جی نے وعدہ کیا تھا۔ کہ وہ میری باتوں پر غور کرینگے۔ مَیں نے ان سے یہ بھی کہا تھا۔ کہ آپ نے کانگریس کی ممبری کیلئے

کھدر کی شرط

رکھی ہے۔ جو کھدر نہ پہنے یا چرخہ نہ کاتے وہ ممبر نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہم جانتے ہیں۔

کانگریس کے ممبروں کی کثیر تعداد

ایسی ہے۔ جو کبھی چرخہ کے نزدیک بھی نہیں جاتی۔ ایسے لوگ اپنے گھروں میں دوسرے کام کاج میں معروف رہتے ہیں۔ اور بہت تھوڑے ایسے ہیں۔ جو چرخہ کاتتے ہیں۔ اسی

طرح وہ صرف کانگریس کے جلسہ میں جاتے ہوئے کھدر پہن لیتے ہیں۔ لیکن عام طور پر دوسرے کپڑے پہنتے ہیں۔ بلکہ ایسی بھی مثالیں ملتی ہیں۔ کہ کانگریس کے جلسہ میں جاتے ہوئے کسی دوست کے گھر سے مانگ کر کھدر کے کپڑے پہن لئے۔ لیکن

دیانتدار آدمی

ایسے فریب نہیں کرسکتا۔ میرے نزدیک یہ تحریک ملک کی دولت و مال اور

قوت کو ضایع کرنیوالی

ہے۔ اس لئے میں اگرچہ کھدر کا اپنی ذات میں مخالف نہیں لیکن اس تحریک سے مجھے اختلاف ہے۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں۔ کہ مجھے کھدر پہننے کے لئے مجبور کیا جائے۔ مجھے

کانگریس کے لئے چندہ

دینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے لیکن کھدر پہننے کے لئے نہیں۔ کیونکہ یہ دستور العمل غلط ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا۔ کہ کنسرویٹو پارٹی نے اپنا Badge دوسروں سے لگوانیکی کوشش کی ہو۔ کھدر ایک

جماعتی حیثیت

رکھتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ گاندھی جی نے وعدہ کیا تھا۔ کہ وہ ان باتوں پر غور کرینگے۔ اور مجھے بھی اس کے متعلق مزید خیالات کے اظہار کے لئے کہا تھا۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا۔ کہ نہ ہی میں غور کرسکا۔ اور نہ ہی میرے خیال میں ان کو اس طرف توجہ ہوئی۔ بہر حال میں نے ان سے یہ کہا تھا۔ کہ کانگریس اس وقت تک

سارے ہندوستان کی نمائندہ

نہیں ہوسکتی۔ جب تک ہر خیال کے لوگ اس میں شامل نہ ہوں۔ اور جب تک سب کو اجازت نہ ہو۔ کانگریس کامیاب بھی نہیں ہوسکتی۔ اگر ایک شخص دیانتداری سے یہ سمجھتا ہے۔ کہ گورنمنٹ کی خوشامد سے ہی ملک ترقی کرسکتا ہے۔ تو اسے اجازت ہونی چاہئیے کہ کانگریس میں شامل ہو۔ اور دوسروں کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرے۔ اسی طرح ہمارا خیال ہے۔ کہ گورنمنٹ سے نہ لڑائی جائز ہے۔ اور نہ خوشامد۔ اس خیال کو بیوقوفی کا خیال کہہ لو۔ حماقت اور جہالت کا خیال کہہ لو۔ لیکن ہمارا حق ہونا چاہئیے۔ کہ کانگریس میں جاکر دوسروں کو اپنی بات سمجھانے کی کوشش کریں۔ اور جب تک یہ آزادی نہ حاصل ہو۔ کانگریس کامیاب نہیں ہوسکتی۔ جس طرح گورنمنٹ ظلم کرکے کامیاب نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح رعایا بھی ظلم سے دوسروں کو مجبور کرکے کامیابی حاصل نہیں کرسکتی۔ لیکن اس وقت یہ حالت ہے۔ کہ اگر گورنمنٹ پولیس کے ذریعہ سختی کررہی ہے۔ تو کانگریس والنٹیروں کے ذریعہ۔

یہ کہاں کی شرافت ہے

کہ کہا جائے۔ کہ اخبار بند کردو۔ وگرنہ ہم تمہارے دروازہ کے آگے لیٹ جائینگے۔ حالانکہ جو کسی کے دروازے کے سامنے آکر لیٹتا ہے۔ وہ خود مجبور کرتا ہے۔ کہ اس کے اوپر سے گذر جائے۔ اگر کوئی آدمی ہمارے مکان کے دروازہ کے آگے لیٹ جائے۔ اور کہے۔ میں تمہیں کھانے پینے کی اشیاء باہر سے نہیں لانے دونگا۔ تو دوسرے الفاظ میں وہ ہمیں مجبور کرتا ہے۔ کہ ہم پانی پینے کے لئے اس کے اوپر سے گذر جائیں۔ کانگریس اس طریق کو جائز قرار دیتی ہے لیکن اگر گورنمنٹ بھی اور نہیں تو مذاقاً ہی اس طریق کو اختیار کرے۔ تو کانگریس کو پتہ لگ جائے۔ گاندھی جی کو پکڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کے دروازے کے سامنے پولیس کو لٹا دے جو کہے۔ چونکہ تمہارا وجود ملک کے لئے مضر ہے۔ اس لئے ہم تمہیں باہر نہیں جانے دینا چاہتے۔ اور اگر تم جانے پر مصر ہو۔ تو ہمارے اوپر سے گذر کر جاؤ۔ اگر تو گاندھی جی اوپر سے نہ گذریں۔ تو معلوم ہوجائیگا۔ کہ پالیسی صحیح ہے۔ لیکن اگر کانگریس کے والنٹیر رستہ میں لیٹنے والوں کو مار کر بھگانا چاہیں۔ تو معلوم ہوجائیگا۔ کہ یہ پالیسی بالکل غلط ہے۔

کیوں نہ گورنمنٹ بھی ایسا ہی کرے

مثلاً کانگریسی لیڈروں میں سے اس وقت پنڈت موتی لال نہرو آزاد ہیں۔ ان کے مکان کے آگے پولیس کے آدمی کھڑے کردیئے جائیں۔ جو کہیں۔ چونکہ آپ کا گھر سے باہر نکلنا

ملک کے لئے مضر

ہے۔ اس لئے آپ اندر ہی بیٹھے رہیں۔ اور اگر آپ باہر جانا چاہیں تو ہمارے اوپر سے گذر کر جائیں۔ اس طرح معلوم ہوجائے۔ کہ یہ لوگ خود کیا طریق اختیار کرتے ہیں۔ پس یہ پالیسی نہایت غلط ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا۔ کوئی عقلمند انسان اس بات کو تسلیم کرسکے۔ کہ یہ کہنا کہ اگر تم اپنا اخبار بند نہ کروگے۔ تو میں مرجاؤنگا۔

جائز اور معقول بات

ہے۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے۔ کہ اگر کانگریس اپنی شورش بند نہ کریگی۔ تو میں مرجاؤنگا تو پھر کانگریس کیا کریگی۔ اگر ایک شخص کے فاقہ کرنے سے دوسرے کو مجبور ہوجانا چاہئیے۔ کہ اپنا کام کاج چھوڑ دے۔ تو آج ہی کانگریس کا کام بند کرایا جاسکتا ہے۔ اصل میں تو یہ کوئی طریق نہیں۔

پرانے زمانے کے ہندوؤں میں

ایسا ہوتا تھا۔ کیونکہ ان کے ہاں براہمن کی موت بہت بڑا پاپ سمجھا جاتا تھا۔ جینی بالخصوص اس خیال کے ہیں۔ ہندو کہتے ہیں۔ برہما جی سے جو خود خدا ہے۔ ایک برہمن مرگیا۔ تو اسے بھی اس گناہ کے ازالہ کے لئے بہت بڑی عبادت کرنی پڑی تھی۔ تو

گائے اور برہمن

کی ان میں اس قدر عزت ہے۔ کہ خدا کو بھی انہیں تکلیف پہنچانے کی وجہ سے سزا ملتی ہے۔ پرانے زمانے میں براہمن ٹاٹ پہن کر راجہ کے محل یا مندر کے دروازے پر بیٹھ جاتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اگر ہماری بات نہ مانی گئی۔ تو ہم مرجائینگے۔ اور چونکہ سمجھا جاتا تھا۔ براہمن کے مرنے سے بہت بڑا پاپ ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی خواہش پوری کردی جاتی تھی۔ لیکن اس ز[مانہ میں یہ]

نہایت نامعقول

ہے۔ اگر کوئی انگریز کانگریس کا کام بند کرانیکے لئے فاقہ کرنا شروع کردے۔ یا لنکا شائر کے پانچ سات سوداگران یا رچہ کہدیں۔ اگر گاندھی جی نے لنکا شائر کے کپڑے کے استعمال کے لئے لوگوں کو ہدایت نہ کی۔ اور اس کے لئے اعلانات شایع نہ کئے۔ تو ہم مرجائینگے۔ تو پھر کیا ہوگا۔ پس یہ ایک ایسی لغو اور خلاف عقل بات ہے۔ کہ اسے اگر وسیع کرکے دیکھا جائے۔ تو

دنیا میں آفت

آجائے۔ اس کے علاوہ یہ جبر ہے۔ کہتے ہیں جس شخص نے

دیال سنگھ کالج

بنوایا۔ وہ مسلمان ہونیکے لئے بالکل تیار تھے۔ وہ ایک مولوی صاحب کے اثر کے نیچے تھے۔ کسی نے ان سے کہا۔ مولوی صاحب سے کہیں اگر آپ آج شراب پی لیں۔ تو میں کل مسلمان ہوجاؤنگا۔ اس نے مولوی صاحب سے اسی طرح کہا۔ اور ساتھ کچھ نقد روپیہ بھی دیدیا۔ مولوی بیچارے نے لالچ میں آکر شراب پی لی۔ اس پر وہ اسلام سے بدظن ہوگیا اور تمام جائیداد برہمو سماج کو دیدی۔ اگر مولوی اسے کہتا۔ کہ اگر تم مسلمان ہونا چاہتے ہو۔ تو ہو جاؤ۔ میں شراب نہیں پی سکتا۔ تو وہ اغلباً مسلمان ہوجاتا۔ مگر وہ غریب دھوکہ میں آگیا۔ تو

اس قسم کا دباؤ ڈالنا

سراسر ناجائز اور فضول ہے۔ کہ جیسے ہم کہتے ہیں۔ کرو۔ وگرنہ ہم یہاں تمہارے دروازے کے سامنے لیٹے ہیں۔ اور فاقہ کرکے مرجائینگے یہ جبر کی ایک راہ ہے۔ اور یہ طریق ملک کے لئے کبھی مفید نہیں ہوسکتا۔ اور یہ روح اگر ملک کے اندر قائم ہوجائے۔ تو ایسی خرابی پیدا ہوگی جس کا روکنا ناممکن ہوجائیگا۔ لوگ ذرا ذرا سی بات پر یہ طریق اختیار کرنے لگ جائینگے۔ کہ یا تو ہمیں پامال کرو۔ اور یا ہمارے حسب منشاء کام کرو۔ اور اس سے بڑھکر ظلم کیا ہوسکتا ہے۔ کہ کسی سے کہا جائے۔ یا تو اندر بیٹھ کر مرجاؤ۔ اور یا ظالم بنو۔ اس طرح تو دنیا کا ایک بھی کام جاری نہیں رہ سکتا۔ اس صورت میں یہ ملک آدمیوں کا ملک نہیں۔ بلکہ

سانپوں کا ملک

دکھائی دیگا۔ جس طرح بعض پہاڑی علاقوں میں جگہ بجگہ سانپ پڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہاں ہوگا۔ بازار سنسان ہونگے کاروبار بند ہوگا۔ لوگ خاموش۔ اور جگہ بجگہ سڑکوں پر دروازوں کے سامنے دوکانوں کے آگے لیٹے ہونگے۔ اور جو جس سے ناراض ہوگا۔ اس کی دوکان یا مکان یا آفس کے سامنے لیٹا ہوا نظر آئیگا۔

ہوگا جیسے کوئی پسند
کم سے کم حد بندی بھی تو کوئی میسر

15

اور یہ ایک ایسا

بھیانک نظارہ

ہوگا جیسے کوئی [illegible] نہیں کرسکتا۔ کانگریسیوں نے اس کی کم سے کم حدبندی [illegible] ی نہیں۔ کہ کہاں لیٹنا جائز ہے اور کہاں نہیں ہر

چیز کی ایک حدبندی

ہوتی ہے۔ مثلاً کسی کو مارنے یا سزا دینے کی حدبندی یہ ہے کہ حکومت وقت کسی مجسٹریٹ کی عدالت میں باقاعدہ مقدمہ چلا کر اسے سزا دلاسکتی ہے۔ یا سکول کا ہیڈ ماسٹر طالب علم کو ایک حد کے اندر رہتے ہوئے سزا دے سکتا ہے۔ اسی طرح اس کی بھی تو کوئی حدبندی ہونی چاہئے۔ کہ کہاں لیٹنا جائز ہے۔ اور کہاں ناجائز۔ مگر کام میں روکاوٹ پیدا کرنے کے لئے لیٹنے میں کوئی حدبندی نہیں۔ جس سے پتہ لگ سکے۔ کہ کون راستی پر ہے۔ لیٹنے والا۔ یا جس کے دروازے کے آگے لیٹا ہے۔ ابھی ملک میں پوری پوری بیداری پیدا نہیں ہوئی۔ اور لوگوں نے اس تحریک کو اچھی طرح سمجھا نہیں۔ وگرنہ

تمام ملک میں آفت

مچ جائے۔ مثلاً جن اخباروں کو کانگریس بند کرا رہی ہے۔ ان کے ایڈیٹر۔ کاتب۔ کلرک اور کارکنان مطابع اگر کانگریس کے دفتر کے آگے جاکر لیٹ جائیں۔ اور کہیں کانگریس کی جائداد ہمارے حوالے کردو۔ وگرنہ ہم یہیں مرجائیں گے۔ تو کیا ہی عمدہ لطیفہ ہو۔ غرض یہ پالیسی نہایت غلط اور

ملک کے لئے مضر

ہے۔

باقی رہی۔

کھدر کی تحریک

دوستوں نے اس کے متعلق پہلے بھی دریافت کیا ہے۔ اور اب بھی کررہے ہیں۔ میں نے کئی بار بیان کیا ہے۔ کہ ملک کی تقویت کے لئے اگر کوئی کام کیا جائے۔ تو بہت اچھا ہے۔ لیکن کھدر کی تحریک

ملک کو نقصان پہنچانیوالی

ہے۔ چرخہ پر وقت بہت زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ کیونکہ ہاتھ کی نسبت مشینوں سے کام بہت جلد ہوجاتا ہے۔ اور وقت ضائع کرنا گویا دولت کو ضائع کرنا ہے۔ کھیتوں کو پانی نہروں سے بھی دیا جاتا ہے۔ اور کنوؤں سے بھی۔ اب اگر کوئی شخص ان ذرائع کے بجائے یہ کہے۔ کہ میں گھڑوں میں پانی بھر بھر کر لاؤنگا۔ اور فصل کو سیراب کرونگا۔ تو یہ اس کی نادانی ہوگی۔ اس سے کوئی ترقی نہیں۔ بلکہ ملک کی دولت برباد ہوگی۔ اور کھدر کا ہاتھ سے بُننا بھی ایسا ہی ہے۔ جب تک آدھا ملک اس کام میں نہ لگ جائے۔ ملک کی ضرورت کے لئے کپڑا مہیا نہیں ہوسکتا۔ یا کم از کم تیسرا چوتھا حصہ تو ضرور ہونا چاہیئے۔ تب کہیں جاکر

ملک کو لباس کے لئے کھدر مہیا ہوسکتا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ کم سے کم سات آٹھ کروڑ ہندوستانی اس کام میں لگ جائیں۔ اور بجائے کوئی اور مفید کام کرنے کے بیٹھے کھدر بُنا کریں۔ اور اس طرح

ملک کی طاقت

ضائع ہوگی۔ ہاں اگر یہ شرط ہو۔ کہ ہندوستان کا بُنا ہوا کپڑا پہنا جائے۔ تو یہ بات قابل عمل ہوسکتی ہے۔ بشرطیکہ اس میں

بائیکاٹ کی تحریک

شامل نہ ہو۔ وہی کام درست ہوسکتا ہے۔ جو اپنے فائدہ کے لئے کیا جائے۔ نہ کہ دوسرے کے نقصان کے لئے۔ تو تحریک اگر یوں ہوتی۔ کہ

ہندوستان کا بنا ہوا کپڑا

پہنا جائے۔ تو بہت اچھا ہوتا۔ ہندوستان میں بھی بمبئی اور احمد آباد وغیرہ مقامات پر کپڑے کے بہت بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ اور نئے کھل سکتے ہیں۔ پس ملکی کپڑا پہننے کی تحریک ہونی چاہیئے تھی۔ نہ کہ کھدر کی۔ ہاں جن کو کھدر میسر آئے۔ وہ ضرور کھدر پہنیں۔ مثلاً زمیندار لوگ ہیں۔ ان کی عورتیں سُوت کاتتی ہیں۔ اور وہ اپنے جلاہوں سے کھدر بُنوا کر پہن لیتے ہیں۔ ایسے لوگ ضرور پہنیں۔ کیونکہ وہ اگر اس کا پہننا چھوڑ دیں گے۔ تو ان کی عورتیں بیکار رہیں گی۔ مگر یہ خیال کہ

تعلیم یافتہ لوگ

جو دوسرے مفید کام کرسکتے ہیں۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کھدر بُننا اور پہننا شروع کردیں۔ نہایت فضول بات ہے۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے ایک چوہڑے کا کام نمبردار کے سپرد کردیا جائے۔ اور بجائے اس کے کہ وہ گاؤں کی نگرانی کرے۔ اور جھگڑوں وغیرہ کا تصفیہ کرے۔ اس سے کوڑا کرکٹ اٹھانے کا کام لیا جائے۔ یا ڈپٹی کمشنر کو کسی اور ادنٰے کام پر لگا دیا جائے۔ پس اس تحریک سے کوئی فائدہ تو نہیں۔ لیکن نقصان ضرور ہے۔ خلافت کے دنوں میں کہا جاتا تھا۔ اس تحریک سے

مسلمان جولاہوں کو فائدہ

ہوگا۔ لیکن وہ جولاہے آج بھی ویسے ہی غریب ہیں۔ جیسے پہلے تھے۔ ہندو تاجر جاپان سے کھدر منگوا لیتے ہیں۔ اور انگریزی کپڑا اگر پانچ آنے گز بکتا ہے۔ تو وہ جاپانی کھدر آٹھ آنے گز فروخت کرتے ہیں۔ اور اس طرح پہلے سے بھی زیادہ فائدہ حاصل کررہے ہیں۔ اور اس تحریک کے ذریعہ پہلے سے بھی زیادہ مقدار میں روپیہ ہندو بنیوں کے ہاتھوں میں پہونچ رہا ہے۔ مسلمانوں کو تو اس سے کوئی فائدہ پہونچا نہیں۔ اور نہ ہی

مسلمان جولاہوں کی حالت

میں کوئی تغیر ہوا ہے۔ اگر ہندوستان میں ہی سارا کھدر تیار ہو۔ اور وہ بھی پیشہ ور جولاہے تیار کریں۔ تو البتہ مسلمان جولاہوں کو

فائدہ ہوسکتا ہے۔ لیکن اس بات کا پہلے ہی انتظام کرلیا گیا۔ کہ ہندوؤں کا روپیہ مسلمان جولاہوں کے گھر میں نہ جائے۔ اور یہ قرار دیا گیا کہ ہر شخص خود اپنے گھر میں کھدر بُن لیا کرے۔

اس کے علاوہ ہندوستان میں کپڑے کے جو کارخانے ہیں۔ ان میں

لاکھوں ہندوستانی

کام کررہے ہیں۔ جن کی مزدوری عام جولاہوں سے بہت زیادہ ہے اور اس تحریک سے وہ لوگ بھوکے مرجائیں گے۔ اس سے بھی ملک کو نقصان ہی پہونچیگا۔ پھر مشینوں پر ہندوستان کا کروڑوں روپیہ خرچ آچکا ہے۔ یورپ والے تو یہ بات دل سے چاہتے ہیں۔ کہ ہندوستان کے کارخانے بند۔ اور مشینیں ردی ہوجائیں۔ اور اس کے مقابلہ میں انہیں اگر ایک دو سال کے لئے خود بھی نقصان اٹھانا پڑے۔ یعنی ان کا مال ہندوستان میں نہ بک سکے۔ تو اس کی انہیں پروا نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ سب لوگ ہمیشہ کے لئے کھدر نہیں پہن سکتے۔ اور اگر ہندوستان کے کارخانے تباہ ہوگئے۔ تو پھر ہندوستان ہم سے ہی کپڑا خریدنے پر مجبور ہوگا۔ پس اس تحریک سے سراسر

نقصان ہی نقصان

ہے مسلمانوں کو بھی اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اور ملک کو بھی نہیں۔ ہاں

سودیشی اشیاء

کے استعمال کی تحریک اگر کیجائے۔ تو وہ مفید ہوسکتی ہے۔

اس کے بعد میں ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں۔ ایک دوست نے لکھا ہے۔ کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ احمدیوں نے بھی تو

قادیان میں ہندوؤں کا بائیکاٹ

کر رکھا ہے۔ مگر یہ بات بالکل غلط ہے۔ احمدیوں نے کبھی کسی کا بائیکاٹ نہیں کیا۔ ہندوؤں نے ایک دفعہ کسی بات پر ناراض ہوکر ایک دوکان کا سامان باہر پھینک دیا۔ ہڑتال کردی۔ اور کہدیا تھا۔ کہ احمدیوں نے ہمیں لوٹ لیا ہے۔ اس پر میں نے خیال کیا۔ کہ اگر احمدی ان لوگوں سے خرید و فروخت کریں گے۔ تو ایسے ہی کسی اور جھگڑے کا احتمال ہے محض اس

فتنہ کو روکنے کے لئے

میں نے ان کی دوکانوں سے سودا وغیرہ لینے سے منع کردیا۔ تاکہ نہ احمدی ان کی دوکانوں پر جاکر کھڑے ہوں۔ اور نہ انہیں اس قسم کا فتنہ کھڑا کرنے کا موقعہ مل سکے۔ بس اتنی بات ہے۔ وگرنہ ہندوؤں کا بائیکاٹ ہم نے کبھی نہیں کیا۔ اگر بائیکاٹ کرنا ہوتا۔ تو صرف قادیان میں ہی کیوں کرتے باہر لاہور۔ امرتسر۔ اور دیگر مقامات پر ہندوؤں سے سودا وغیرہ خریدنے کی ممانعت کیوں نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ہرگز بائیکاٹ نہیں ہے۔ بلکہ محض

جھگڑے سے بچنے کے لئے

ایسا کیا گیا۔ کیونکہ میں نے محسوس کیا۔ یہاں کے ہندوؤں کی دماغی کیفیت ایسی ہو چکی ہے۔ کہ وہ ہمارے مقابلہ میں ناجائز ذرائع بھی اختیار کر لیتے ہیں۔ اِس لئے میں نے اعلان کر دیا۔ کہ احمدی ان کی دوکانوں پر نہ جائیں۔ وگرنہ ہم بائیکاٹ نہیں کرتے اب بھی اگر باہر کی

ذمہ وار ہندو جماعتیں

مجھے اطمینان دلا دیں۔ کہ آیندہ یہاں کے ہندوؤں کی طرف سے ایسی شرارت نہ ہوگی۔ اور اس بات کی ضمانت دینے والے ہندو قوم کے معززین ہوں۔ تو میں اسی وقت اعلان کر دونگا کہ ان سے حسب سابق خرید و فروخت کی جائے۔ پہلے یہاں کے غیر احمدی مسلمانوں نے بھی ان کی تائید کی تھی۔ اس لئے ہم نے ان کے متعلق بھی یہی رویہ اختیار کر لیا۔ لیکن اب کہ انہوں نے اصلاح کر لی ہے۔ ان کے متعلق یہ حکم منسوخ کر دیا گیا ہے۔ اور اسی طرح ہندوؤں کے متعلق بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ ذمہ وار معززین کی طرف سے اس امر کا یقین دلایا جائے کہ آیندہ ایسی شرارت نہ ہوگی۔ ہاں

کھانے پینے کی اشیاء

خریدنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ وہ چیزیں ہندو بھی ہم سے نہیں خریدتے۔ اس طرح اگر انگریز بھی یہ اعلان کر دیں کہ ہم ہندوستان سے کوئی چیز نہیں خریدینگے۔ تو ہم بھی ان سے ایسا ہی سلوک کریں گے۔ لیکن جب کہ وہ یہاں کئی اشیاء مثلاً غلہ روئی وغیرہ خریدتے ہیں۔ تو ہم بھی ان کا بائیکاٹ نہیں کر سکتے۔ اور ہم تو

بائیکاٹ کو ناجائز

سمجھتے ہیں۔ ہم نے یہاں جو کچھ کیا محض فتنہ سے بچنے کے لئے کیا۔ باقی معاملات میں ان سے ہمارے تعلقات بدستور ہیں۔ ایسی صورت اگر انگریزوں کے ساتھ پیش آ جائے۔ تو ان سے بھی ایسا کرنا جائز ہوگا۔ یا اگر ہندوستان کے کارخانہ دار گاندھی جی کے آدمیوں کو جو کپڑا وغیرہ لینے جائیں پکڑ کر ان پر چوری کا الزام لگا دیں۔ اور اس کے بعد گاندھی جی کوئی ایسا اعلان کریں جس میں اپنے آدمیوں کو وہاں جانے سے روکیں۔ تو یہ قابل اعتراض امر نہیں ہو سکتا۔ اور بعینہٖ یہی صورت ہماری ہے۔ وگرنہ ہم نے کبھی بائیکاٹ نہیں کیا۔ اور نہ ہی اسے جائز سمجھتے ہیں۔ اور یہاں کے متعلق اگر اب بھی

ہندو لیڈر ضمانت دیدیں

تو یہ بندش بھی اٹھائی جاسکتی ہے۔ پس اس قسم کی مثال کو بیچ میں لانا کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔ جنہیں کسی اور موقعہ پر اظہار کرتا ہوں۔ ہاں

ایک خط کا ذکر

کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جو منٹگمری سے آیا ہے۔ وہاں سے ایک دوست نے لکھا ہے۔ کہ یہاں بعض لوگ کہتے ہیں۔ اگر ہم نے اس تحریک کی مخالفت علی الاعلان کی۔ تو لوگ ناراض ہو جائیں گے۔ اور طرح طرح کی تکالیف پہنچائینگے۔ مجھے یہ خط پڑھ کر سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ میں نہیں سمجھ سکتا۔ مومن بزدل بھی ہو سکتا ہے۔ اگر

لوگوں کی مخالفت

ہمارا اس وقت کچھ نہ بگاڑ سکی۔ جب ہم نہایت قلیل تعداد میں تھے۔ تو اب کہ خدا تعالےٰ کے فضل سے ہماری تعداد بہت بڑھ چکی ہے۔ کیا ہم بزدل ہو جائیں گے۔ لیکن یہ کیفیت صرف ایک جگہ کی ہے۔ اگر باقی مقامات پر بھی ایسا ہی ہوتا۔ تو بے شک مجھے مایوسی ہوتی۔ لیکن ایسا نہیں۔ باقی جہاں ایک ایک دو دو دوست بھی ہیں۔ وہ بھی خوب کام کر رہے ہیں۔

حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی

۷۰ سالہ بوڑھے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے منہ میں دانت بھی نہیں رہے۔ لیکن جس دن وہاں ہڑتال ہوئی۔ وہ اکیلے گئے۔ اور لوگوں کی دوکانیں کھلواتے رہے۔ حالانکہ وہ پہلے قید بھی ہو چکے تھے۔ اور انہیں ایسے موقعہ پر دخل دینے کے باعث ہاتھ لگ چکے تھے۔ لیکن انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور پوری کوشش سے کام لیکر دوکانیں کھلواتے رہے۔ اور ان کی تحریک پر کئی مسلمانوں نے اپنی دوکانیں کھول بھی دیں۔ اور بھی کئی ایک مقامات پر ایسے ہی واقعات پیش آئے ہیں۔ جن کی وجہ سے میں قیاس بھی نہیں کر سکتا۔ کہ احمدی بُزدل ہو گئے ہیں۔

کس قدر

شرم اور افسوس کی بات

ہے۔ کہ ہماری آنکھوں کے سامنے جبر و تشدد اور ظلم ہو رہا ہو۔ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے منصوبے عملی صورت اختیار کر رہے ہوں۔ اور ہم اس وجہ سے چُپ چاپ بیٹھے رہیں۔ کہ لوگ ناراض ہو جائیں گے۔ لوگ ہمارے دوست کس دن ہوئے تھے۔ اور پھر ہم نے کب لوگوں کی پوجا کی۔ کہ یہ خیال کریں۔ آج وہ ہمارے دوست ہیں۔ ایسا نہ ہو۔ کل دشمن ہو جائیں۔ کوئی نہ کوئی جماعت تو ہمارے مقابلہ پر ضرور ہی رہتی آئی ہے۔ اور نبیوں کی جماعتوں کے متعلق ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ ہمارے ساتھ بھی ایسے ہی ہوتا رہے گا۔ جب تک کہ ساری دنیا احمدی نہ ہو جائے۔ یہ

خدا تعالیٰ کی سنت

ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو۔ تو جماعت سست ہو جائے۔ کیا منٹگمری کے مسلمانوں اور ہندوؤں میں یہ طاقت ہے۔ کہ وہ احمدیوں کے لئے امن پیدا کر دیں۔

احمدیوں کو یاد رکھنا چاہئے

کہ اگر وہ اپنے کام میں سُستی کر کے مقامی ہندو مسلمانوں کی مخالفت سے بچ بھی گئے۔ تو اللہ تعالےٰ ان کے لئے کوئی اور دُکھ پیدا کر دیگا۔ تا وہ غافل نہ ہو جائیں۔

مومن کبھی بُزدل نہیں ہوتا

اس لئے ایسے خیالات دل میں نہ لانے چاہئیں۔ اِس تحریک سے

مسلمانوں کا صریح نقصان

ہو رہا ہے۔ اور اگر اسی طرح ہوتا رہا۔ تو وہ دن دُور نہیں جب ان کی وہی حالت ہوگی۔ جو سپین میں ہوئی۔ کیا تم اس نظارہ کو محض اس لئے برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہو۔ کہ کوئی تمہیں گالی نہ دے۔ یا پتھر نہ مارے۔ کیا تمہارے بھائیوں نے کابل میں پتھر نہیں کھائے۔ جب انہوں نے پتھر کھا کھا کر اپنی جان دیدی۔ اور پتھر مارنے والوں کو دعائیں دیتے اور تبلیغ کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تو تم میں سے کوئی کیوں

بزدلانہ خیالات

کو دل میں جگہ دے۔ یاد رکھو۔ ہر وہ پتھر جو خدا تعالےٰ کی بات منوانے اور مسلمانوں کی ہمدردی کرنیکی وجہ سے پڑتا ہے۔ وہ

پتھر نہیں پھُول ہے

ایسے پتھر مبارکبادی کے پھُول ہیں۔ جو خدا تعالیٰ پھینکتا ہے۔ اس لئے ان سے ڈرنا نہیں۔ بلکہ خوش ہونا چاہیئے۔ کہ انکے ذریعہ خدا تعالےٰ اپنے بندے کو عزت دیتا ہے۔

میں امید کرتا ہوں۔ اور جماعتیں ایسا نمونہ نہ دکھائینگی۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے ایسا ہے بھی نہیں۔ جہاں ایک دو احمدی بھی ہیں۔ وہ بھی پوری ہمت اور جرأت سے کام کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ سرحد میں بھی جہاں شورش اس قدر زیادہ ہے۔ دوست کام کر رہے ہیں۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں محض

مسلمانوں کے فائدہ کے لئے

کرتے ہیں۔ اگر وہ آج اس بات کو نہیں سمجھتے۔ تو آیندہ نسلیں یقیناً یہ کہنے پر مجبور ہونگی۔ کہ ایسے نازک موقعہ پر احمدیوں نے انکی حفاظت کی پوری پوری کوشش کی۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ ہمیں توفیق دے۔ کہ اسکے قائم کردہ مشن کو اچھی طرح چلا سکیں۔ اور اس سے وابستہ چیزیں یعنی امن و امان کی حفاظت کر سکیں۔ اور دنیا کی مذمت ہمیں

سچائی کی تبلیغ

سے نہ روک سکے ؎

مسلمانان فیروزپور کا جلسہ

کانگریس کی موجودہ تحریک سے علیحدگی اور مسلمانوں کی تنظیم وغیرہ کے متعلق قراردادیں

۲۹ مئی سنہ ۱۹۳۰ء بوقت ۹ بجے بعد شام ممدوٹ ہاؤس شہر فیروزپور میں فیروزپور شہر کے مسلمانوں کا عام جلسہ منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد بہت کافی تھی۔ چند اصحاب مضافات کے بھی شامل تھے۔ بہ اتفاق رائے پیر اکبر علی صاحب ایڈوکیٹ۔ ایم ایل سی کو صدر جلسہ مقرر کیا گیا۔ اور بعد تقاریر حسب ذیل تجاویز بہ اتفاق رائے پاس ہوئیں۔

(۱) مسلمانان فیروزپور کا یہ عام جلسہ بہ اتفاق رائے سول نافرمانی کی تحریک سے اپنی علیحدگی کا اعلان کرتا ہے۔ محوز:۔ خلیل احمد خان صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ ساکن ملوال جدید۔ موید:۔ محمد حسین خان صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ ساکن ممدوٹ۔ تائید مزید:۔ خانصاحب خواجہ گل محمد خان صاحب ایڈوکیٹ فیروزپور شہر۔

(۲) مسلمانان فیروزپور کا یہ عام جلسہ کانگریس میں شمولیت کو مسلمانوں کے مفاد کے منافی یقین کرتا ہوا کانگریس سے اپنی علیحدگی کا اعلان کرتا ہے۔ محوز:۔ منشی محمد نواز خان صاحب میونسپل کمشنر فیروزپور شہر۔ موید:۔ منشی محمد الدین ساکن فیروزپور شہر۔

(۳) مسلمانان فیروزپور کا یہ عام جلسہ مسلمان ممبران پنجاب کونسل کے شائع کردہ اعلان کی پوری تائید کرتا ہے۔ محوز:۔ مرزا خلیل احمد صاحب ساکن فیروزپور شہر۔ موید:۔ حکیم عبد العزیز صاحب ساکن فیروزپور شہر۔

(۴) مسلمانان فیروزپور کا یہ عام جلسہ اُس فتویٰ کو جو چند مولوی صاحبان نے جمعیۃ العلماء کے نام سے جاری کیا ہے۔ اور جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے لئے کانگریس میں شامل ہونا مذہباً ضروری ہے۔ ناقابل پابندی قرار دیتا ہے۔ اور اعلان کرتا ہے۔ کہ کانگریس میں شمولیت مسلمانوں کے مفاد کے منافی ہے۔ محوز:۔ میاں امیر الدین صاحب ساکن فیروزپور شہر۔ موید:۔ میاں محمد شریف صاحب ساکن فیروزپور شہر۔

(۵) مسلمانان فیروزپور کا یہ عام جلسہ فیروزپور کے مسلمانوں کی باہمی تنظیم کو از حد ضروری قرار دیتا ہے۔ اور تجویز کرتا ہے کہ تنظیم کے لئے جلد تر عملی کارروائی کی جائے۔ محوز:۔ پیر اکبر علی صاحب ایڈوکیٹ فیروزپور شہر۔ موید:۔ منشی محمد نواز خان صاحب میونسپل کمشنر فیروزپور شہر۔

(۶) مسلمانان فیروزپور کا یہ عام جلسہ قرار دیتا ہے۔ کہ ۳ر جون سنہ ۱۹۳۰ء کو شہنشاہ معظم کی سالگرہ کے دن غرباء کو کھانا کھلایا جائے اور شہنشاہ معظم کی صحت۔ درازیٔ عمر۔ اور ملک کی بہبودی وامن کے لئے دعا مانگی جائے۔ اور یہ بھی قرار دیتا ہے۔ کہ دوست مل کر اپنے اپنے محلوں میں غرباء کو کھانا کھلانے کا انتظام کریں۔ اور اپنے اپنے محلوں کی مساجد میں ظہر کی نماز کے بعد دُعا مانگی جائے۔ محوز:۔ منشی محمد نواز خان صاحب۔ موید:۔ منشی اکبر علی صاحب پنشنر سب انسپکٹر فیروزپور شہر۔

(۷) اس کارروائی کی نقول بخدمت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر فیروزپور۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس فیروزپور۔ جناب گورنر صاحب پنجاب۔ جناب وائسرائے صاحب کی خدمت میں بھیجدی جائیں۔ اور عرض کیا جائے۔ کہ فیروزپور کے مسلمانوں کی خواہشات شہنشاہ معظم تک پہنچائی جائیں۔ اور اخبارات سیاست۔ الفضل۔ انقلاب۔ تازیانہ و مسلم اوٹ لک میں بھیجی جائیں۔ محوز:۔ خلیل احمد خان صاحب ساکن ملوال۔ موید:۔ منشی محمد نواز خان صاحب فیروزپور شہر۔

علی پور میں مسلمانوں کا جلسہ

مقامی انجمن تحفظ اسلام کے زیر اہتمام ۲۳ر لغایت ۲۵ر مئی یہاں ایک شاندار جلسہ منعقد کیا گیا۔ جو ہر رنگ میں کامیاب رہا۔ کارکنان انجمن نے ہر عقیدہ و خیال کے مسلمان علماء و لیکچراروں کو مدعو کیا۔ اور ان سب کا سفر خرچ اپنی گرہ سے نہایت خوشی سے ادا کیا۔ اہل سنت والجماعت۔ شیعہ۔ احمدی علماء لیکچرار تشریف لائے۔ جن مضامین پر تقریریں کی گئیں ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) اس خطرناک سیاسی دور میں مسلمانوں میں باہمی اتفاق واتحاد قائم کرنا نہایت ضروری ہے۔

(۲) اسلام کا ہندو اور عیسائی مذہب سے مقابلہ اور اسلام کی فضیلت۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات دنیا پر۔

(۴) کانگریس کا تباہ کُن رویہ اور مسلمانوں کو انتباہ

(۵) مسلمان کیونکر کامیاب ہو سکتے ہیں۔

اہل سنت کی طرف سے مولوی مشتاق احمد صاحب۔ شیعہ احباب کی طرف سے مرزا یوسف حسین صاحب لکھنوی غیر مبائعین کی طرف سے مرزا مظفر بیگ صاحب۔ اور احمدی جماعت کی طرف سے مولوی عبد الغفور صاحب۔ اور مظفر گڑھ سے ملک قادر بخش صاحب وکیل نے اپنے اپنے مضمون نہایت دلربا طرز میں بیان کئے۔

علی پور و علاقہ کے جوان و بوڑھے بے حد خوش ہیں۔ کہ اس قسم کے اسلامی اتحاد و اتفاق کا رُوح پرور نظارہ انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

جناب مخدوم شیخ محمد حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ۔ سردار حاجی جان محمد خان صاحب رئیس اعظم۔ سردار حاجی بلہو خان صاحب ذیلدار معہ رفقاء اور نوجوانوں میں سے میاں خان محمد صاحب میونسپل کمشنر۔ سردار کریم بخش خان اور ان کی پارٹی نے جلسہ کو کامیاب بنانے میں سرتوڑ کوشش کی۔

خوشی کا مقام ہے۔ کہ قریب و دور کے عام مسلمانوں کے علاوہ معزز زمینداروں نے بھی جلسہ کی رونق بڑھانے میں خوب حصہ لیا۔ چنانچہ سید امیر شاہ صاحب رئیس۔ ملک روشن علی صاحب نائب ذیلدار۔ سید غلام محمد شاہ صاحب ذیلدار۔ ملک غوث بخش صاحب نائب ذیلدار۔ جام واحد بخش ذیلدار و جام کریم بخش صاحب نائب ذیلدار وغیرہ نے جلسہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

سردار حاجی جان محمد خان صاحب رئیس اعظم نے جلسے کے تمام اخراجات اپنی جیب خاص سے ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس مخیر انسان کو اپنی رضا کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نقد (ملک عزیز محمد وکیل از علی پور۔ مظفر گڑھ بقلم خود)

۱۶۵ ہندوؤں کا قبول اسلام

۹ر مئی۔ قصبہ جمیاری تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر کے رقبہ میں رہنے والے ہندو مارواڑی بازیگروں کے تمام گھرانوں نے برضاء و رغبت خود اسلام قبول کیا۔ کثیر التعداد مجمع کی حاضری میں پہلے چوہدری انور خان صاحب نے احمدی مذہب اسلام کی خوبیاں بمقابلہ دیگر مذاہب بیان کیں۔ پھر سید شبیر حسین صاحب ترمذی نے عام فہم الفاظ میں اصول اسلام بیان کئے۔ بعد ازاں چوہدری مبارک علی خان صاحب نے اپنی تقریر میں مذہب اسلام کو فطرت انسانی کے موافق ثابت کر کے حاضرین کو محظوظ و مسرور کیا۔ پھر مولوی خان محمد صاحب نے حسب موقعہ آیات قرآنی تلاوت فرما کر ان سب کو کلمہ توحید پڑھایا۔ اور نعرہ تکبیر کی گونج ایک ایسے مقام پر بلند ہوئی۔ جہاں اس وقت تک ۷۵ بتوں کی روزمرہ پرستش ہوا کرتی تھی۔ خدا تعالیٰ ان سب کو استقامت فی الدین کی توفیق بخشے

(امام الدین احمدی جمیاری ضلع امرتسر)

ضرورت

ٹریننگ کالج مبلغین (مدرسہ تدریب المبلغین) انجمن حمایت اسلام لاہور کے لئے ایک اوّل پروفیسر (جو بعد ازاں پرنسپل کہلائیگا) کی ضرورت ہے۔ خواہشمند امیدوار صاحبان کو تفاسیر قرآن۔ حدیث۔ فقہ۔ فلسفہ۔ تاریخ اسلام۔ منطق۔ عربی۔ انگریزی علم طبیعات۔ جغرافیہ وغیرہ میں مہارت تامہ ہونی چاہیئے۔ تنخواہ دگریڈ مبلغ ۱۵۰۔ ۱۰۔ ۲۵۰ روپیہ جس میں حسب

ہندوستان کی خبریں

شملہ ۳۰ مئی۔ آج گورنر جنرل نے ایک غیر معمولی گزٹ میں دو آرڈی نینسوں کا نفاذ کیا ہے۔ پہلا بعض رقوم واجب الادا کی ادائگی سے انکار کی ترغیب دینے کے متعلق ہے۔ اور دوسرا تخویف کے بعض طریقوں کے خلاف ہے۔ اس کے متعلقہ بیان میں درج ہے۔ کہ سول نافرمانی کی تحریک کے شروع ہی سے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پکٹنگ کا طریقہ اختیار کرنا کانگرس کے پروگرام کا ایک جزو رہا ہے اس لئے اس نے اس آرڈی نینس کے نفاذ کا اعلان ضروری خیال کیا ہے۔ تاکہ تخویف اور بیجا مزاحمت کے خلاف عوام کی حفاظت کی جائے۔ اور سرکاری ملازموں کے مقاطعہ کو روکا جاسکے۔

ڈھاکہ ۲۹ مئی۔ پولیس نے شہر کے مغربی علاقہ میں جہاں آج دس بجے قبل دوپہر ہولناک فساد رونما ہوا۔ گولی چلادی۔ فسادی منتشر ہو گئے۔ لیکن اس کے دوران میں سپرنٹنڈنٹ مجروح ہو گیا۔ کثیر التعداد ہندو جن میں یونین بورڈ کا صدر بھی شامل ہے۔ گرفتار کئے گئے۔

میرٹھ ۳۰ مئی۔ یہاں محرم کی وجہ سے دس روز کے لئے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا گیا ہے۔

لاہور ۲۹ مئی۔ حکومت ہند نے ایک اعلان شایع کیا ہے۔ کہ بعض آدمی اس قسم کی افواہیں پھیلاتے ہیں۔ کہ حکومت کا ارادہ عنقریب محصول نمک کی منسوخی یا اس میں تخفیف کرنے کا ہے۔ یہ افواہ بالکل ہی بے بنیاد ہے۔ اور حکومت کا اس قسم کا کوئی خیال نہیں ہے۔

بمبئی ۲۹ مئی۔ گاندھی جی کی تحریک سے اظہار ہمدردی کے لئے پچاس ہزار پارسیوں کا ایک جلوس نکلا۔ جس میں دو ہزار پارسی خواتین بھی تھیں۔ یہ پہلا موقعہ ہے۔ کہ پارسیوں نے من حیث القوم گاندھی جی سے اظہار ہمدردی کیا۔

دہلی ۲۸ مئی۔ دہلی میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہے۔ مگر پانچ صد عورتوں نے ایک جلوس نکالا۔ جن میں سے اکثر سرخ رنگ میں ملبوس تھیں۔ کوئی گرفتاری نہیں ہوئی۔

یکم جون سے آریہ اخبار ملاپ خود بخود ہی دوبارہ شایع ہونا شروع ہو گیا ہے۔

حادثہ پشاور کے متعلق تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے شہادت دیتے ہوئے مسٹر سعد اللہ خان سٹی مجسٹریٹ نے کہا۔ کہ ہجوم بالکل عدم تشدد پر کاربند تھا۔ میں نے حکومت کو کہہ دیا تھا کہ فوج ہرگز نہ لائی جائے۔ ورنہ فساد ہو جائیگا۔ مجھے اس بات کا علم نہیں۔ کہ ہجوم نے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس پر پتھر پھینکے۔ مجمع بالکل نہتا تھا۔ اور کسی آدمی کے پاس چھڑی تک نہ تھی۔ اور وہ آہستہ آہستہ منتشر ہو رہا تھا۔

شملہ ۳۰ مئی۔ پشاور کی تازہ اطلاع مظہر ہے۔ کہ حکام ان رقبوں پر جہاں نمایاں طور پر بد امنی رونما ہو گئی تھی۔ بتدریج قابو پا رہے ہیں۔ ۲۹ مئی کو فوج اور پولیس نے ٹکر گاؤں کا محاصرہ کر لیا۔ اور ۲۷ اشخاص کو گرفتار کر لیا۔ دوسرے دیہات کے لوگوں نے اس فوج پر جس نے ٹکر گاؤں کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ کچھ فائر کئے۔ سرخ پوشوں کی سرگرمیاں خصوصاً چارسدہ تحصیل میں پورے طور پر جاری ہیں۔ وہاں صورت حال ابھی تک پر امن نہیں ہوئی۔ شابی خیل اور کاکازئی مسعودیوں کے ایک لشکر نے بعض مسعودیوں کے دیہات پر جنہوں نے حکام کی امداد کی تھی۔ چڑھائی کی ہے۔ اس لشکر کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ منتشر ہو جائیں۔ ورنہ ان کے خلاف ہوائی جہازوں کے ذریعے سے کارروائی کی جائیگی۔ ٹکر گاؤں میں فوج نے حکومت کے دو مخالف رہنماؤں کے حجروں کو جلا دیا۔ کیونکہ ثابت ہو گیا تھا۔ کہ انہیں انقلابی ہیڈ کوارٹرز کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ کوشش کی گئی ہے۔ کہ نواب صاحب دیر اور والی سوات کی رعایا کو بھی حکومت برطانیہ کے خلاف جہاد کے لئے آمادہ کیا جائے۔ ان دونوں نے باوجود دھمکیوں اور معاندانہ ترغیبات کے صاف الفاظ میں انکار کر دیا ہے۔

شملہ ۳۱ مئی۔ ہز ہائینس آغا خان نے رائل ایرو کلب کی وساطت سے پانسو پونڈ کا مزید انعام اس پہلے ہندوستانی کے لئے مقرر کیا ہے۔ جو ہندوستان کے کسی مقام سے پرواز کرکے تاریخ روانگی سے چار ہفتوں کے اندر کیپ ٹاؤن پہنچ جائے۔

بمبئی ۳۱ مئی۔ سارجنٹ فریمی ہوگ کو بمبئی پولیس سے برخاست کر دیا گیا ہے۔ اس نے ایک کتے کا انتقام لینے کے لئے ایک شخص کو زدوکوب کیا جس سے بھنڈی بازار میں ہولناک فساد ہو گیا۔ اور پولیس کو گولی چلانی پڑی۔

پشاور ۳۱ مئی۔ آج ۹ بجے صبح ایک گورا ناٹک جو کابلی دروازے پر متعین تھا۔ بندوق صاف کر رہا تھا۔ اتفاقاً گولی چل گئی۔ اور ایک تانگہ کو جا لگی جس میں سردار گنگا سنگھ سپروائزر فوجی ڈیری فارم کی بیوی اور دو بچے سوار تھے۔ بیچے فی الفور ہلاک ہو گئے۔ عورت کی حالت بھی نازک ہے۔ چیف کمشنر صوبہ سرحد نے اس واقعہ پر اظہار افسوس کیا ہے۔ اور اس کے لئے اردو اور انگریزی زبان کا ایک اشتہار شہر میں شایع کیا ہے اور لکھا ہے۔ کہ جہاں تک ان کے اختیار میں ہے۔ اس کی تلافی کی جائیگی۔ شہر میں سخت جوش پھیلا ہوا ہے۔ کابلی دروازے کے ارد گرد ایک بڑا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ جسے [illegible] فوج نے منتشر کر دیا۔ گور کٹڑی بازار سے ایک فوجی حفاظتی دستہ گذر رہا تھا۔ ہجوم نے سپاہیوں کے ہاتھ سے بندوقیں چھیننے کی کوشش کی۔ جس پر انہوں نے حفاظت خود اختیاری کے لئے سترہ فائر کئے۔ سرکاری اعلان ہے۔ کہ اس فساد میں ۷ آدمی ہلاک اور ۹ مجروح ہوئے۔

لاہور ۳۰ مئی کل مقدمہ سازش لاہور میں سلطانی گواہ رام سرن داس نے عدالت سے درخواست کی تھی۔ کہ اسے جوڈیشل حوالات میں بھیجدیا جائے۔ کیونکہ وہ معافی نہیں چاہتا۔ آج صبح نو بجے سپیشل ٹربیونل کے سامنے اس کا بیان ہوا جس میں اس نے کہا۔ کہ میرے سابقہ بیان میں بہت سے حصے ایسے ہیں۔ جو غلط ہیں۔ اور جو میں نے پولیس کے کہنے پر لکھوائے تھے۔ استغاثہ کی طرف سے اعلان کیا گیا۔ کہ چونکہ گواہ اپنے سابقہ بیان سے منحرف ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ اس کا بیان نہیں لکھوانا چاہتے۔ گواہ نے ٹربیونل سے درخواست کی۔ کہ اسے اجازت دی جائے۔ کہ وہ اس امر کی وجہ بیان کر سکے۔ کہ اس نے کیوں جھوٹا بیان لکھوایا تھا۔ مگر عدالت نے جواب دیا کہ قانون میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ مقدمہ کی سماعت ۹ جون پر ملتوی کی گئی۔

لاہور ۳۱ مئی۔ ۳۰ مئی کو رات کے گیارہ بجے تار کے ذریعہ سے پورٹ سوڈان سے یہ اطلاع موصول ہوئی۔ کہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری (مصنف رحمۃ للعالمین) سفر حج سے واپس آتے ہوئے جہاز پر داعی اجل کو لبیک کہا۔

چودھری شیر جنگ ملزم مقدمہ احمد گڑھ ڈکیتی کو عمر قید کالا پانی کی سزا ملی ہے۔ سزا کا حکم سنائے جانے کے بعد آپ کو جیل کی لاری میں بٹھا کر کسی نامعلوم جگہ کو لے جایا گیا۔

کلکتہ ۳۱ مئی۔ ڈھاکہ میں متعدد ڈاکے پڑنے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ باورتی میں کثیر المقدار چاول لوٹے گئے۔ ہندو خوف زدہ ہو کر ڈھاکہ کو خالی کر رہے ہیں۔

شملہ ۲۹ مئی۔ ڈاکٹر شفاعت احمد صاحب اطلاع دیتے ہیں۔ کہ غالباً سر محمد شفیع اس کانفرنس کی صدارت کرینگے جو الہ آباد میں جون کے آخر میں منعقد ہوگی۔ اور جس میں یو۔پی کونسل میونسپل بورڈوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے مسلمان اراکین شامل ہونگے۔

لاہور ۲ جون۔ علی الصباح بہاولپور روڈ پر یکایک دو دھماکوں کی آواز نے لوگوں کو جگا دیا۔ پولیس بلائی گئی۔ ایک بنگلہ سے تلاشی کے دوران میں چار نمل بم بہت سا

محمد عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان سے چھپا کر دفتر الفضل قادیان سے شایع کیا۔